



اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

اکیسواں اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 18 اکتوبر 2010ء بمطابق 9 رذوالقعدہ 1431 ہجری بروز سوموار۔

| صفحہ نمبر | مندرجات | نمبر شمار |
|-----------|--|-----------|
| 03 | تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ | 1 |
| 08 | دعائے مغفرت۔ | 2 |
| 13 | رخصت کی درخواستیں۔ | 3 |
| 19 | مورخہ 14 اکتوبر 2010ء کے اجلاس میں باضابطہ شدہ تحریک التواء نمبر 4 پر عام بحث۔ | 4 |
| 51 | گورنر بلوچستان کا حکم نامہ۔ | 5 |

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر-----میر محمد اسلم بھوتانی

ڈپٹی اسپیکر-----سید مطیع اللہ آغا

ایوان کے افسران

جناب محمد خان مینگل-----سیکرٹری اسمبلی

جناب محمد اعظم داوی۔۔۔ ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی)

جناب مقبول احمد شاہوانی-----چیف رپورٹر



جناب اسپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وقفہ سوالات۔

انجینئر زمر خان اچکزئی (وزیر مال): point of order جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: جی زمر خان. Minister Revenue on a point of order.

انجینئر زمر خان اچکزئی (وزیر مال): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مہربانی جناب اسپیکر صاحب۔ کل پرسوں کراچی میں پھر ہمارے پارٹی کے صالح محمد، عصمت اللہ جنکو کل قتل کر دیا گیا، شہید کر دیے گئے اور اُس سے ایک دن پہلے اللہ دادترین کو شہید کر دیا گیا۔ تو کراچی میں تقریباً یہ جو ہماری گورنمنٹ بنی ہے یا اس سے پہلے تین چار سال سے پشتونوں کا قتل عام ہو رہا ہے اور خصوصاً جو ہمارے بلوچستان کے پشتون ہیں جس میں وہ وہاں پر ہوٹل پر کام کرتے ہیں یا پالش کرتے ہیں یا ریڑھی چلاتے ہیں مزدوری کرتے ہیں بیٹھ کر۔ اُن کو مارا جاتا ہے۔ اور ایک تنظیم XXXXXX جو ہمیشہ اُنکا دہندہ یہی ہوتا ہے بلیک میٹنگ کرتا ہے، حکومت کے ساتھ۔ کبھی استغفی کا ڈرامہ رچاتا ہے جس طرح کل بھی آیا تھا اخباروں میں۔ کہ جی وہ گورنروہاں استغفی دینے کیلئے جا رہے ہیں، صدر سے مل کے۔ سمجھ تو نہیں آ رہا ہے کہ وہ استغفی تو دیتے نہیں ہیں۔ اور ہمیشہ یہی کہتے چلے آ رہے ہیں کہ ”ہم استغفی دیتے ہیں“۔

جناب اسپیکر: زمر صاحب! جسے یہاں کوئی defend کرنے کیلئے نہ ہو تو آپ by name کسی پر نہیں کر سکتے ہیں۔ دستگرد، اس طرح کے الفاظ حذف کیے جاتے ہیں۔

انجینئر زمر خان اچکزئی (وزیر مال): نہیں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب سے ان مسکینوں، ان غریبوں نے جو ہوٹلوں میں کام کرتے ہیں جو ریڑھی چلاتے ہیں انکا تصور کیا ہے کہ انکو مارے جاتے ہیں؟ یہ ہوٹل پر بیٹھے ہوئے تھے کل شام کو انو مارا گیا ہے۔ اور جنازہ بھی ابھی راستے میں ہے اُنکا۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ میں پورے اسمبلی سے یہ درخواست کرونگا کہ وہ ایک احتجاج کرے سندھ گورنمنٹ سے کہ ان قاتلوں کو یا گرفتار کیا جائے؟ یا پھر انکا تو کھلی چھٹی ہے، اُنکو آج تک نہیں پکڑا گیا۔ اور یہ ہمیشہ ہمارے پشتونوں پر یہی الزام لگاتے ہیں کہ جو وہ کراچی کو اُنہوں نے قبضہ کیا۔ اور لوگوں کے دلوں میں وہ خوف پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ہمیشہ جو ہے ہمارے خلاف پروپیگنڈے کر رہے ہیں۔ ہم نے تو آج تک اُنکو کچھ نہیں کہا ہے۔ ہم تو ہمیشہ امن کی بات کرتے ہیں، عدم تشدد کی بات کرتے ہیں باچا خان کا وہ فلسفہ جس پر ہم نے ہم جو ہیں ہم اُنکی پیداوار ہیں۔ ہم اُسی فلسفے سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم تو وہی اُنکو کہتے ہیں لیکن پھر بھی وہ ہمیں مارتے ہیں۔ کب تک وہ مارتے رہینگے؟ لیکن میں اُنکو یہ بھی بتا دوں کہ ان مارنے والوں سے یہ اس سے تحریک کمزور نہیں ہوتی ہمیشہ جتنی بھی شہادتیں ہم نے دی ہیں یا جتنی بھی قربانیاں دی ہیں وہ ہمیشہ اُن سے تحریکیں مضبوط ہوتی ہیں۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ پوری اسمبلی اسکی مذمت

*بحکم جناب اسپیکر XXXXXX یہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دینے گئے۔

کرے اور گورنمنٹ آف سندھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ جتنے بھی انکے مجرمان ہیں انکو گرفتار کیا جائے۔

جناب اسپیکر: آپ کا point on record آ گیا۔ thank you۔ جی جعفر صاحب آپ۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب اسپیکر صاحب! میں، زمرک خان صاحب نے جو point اٹھایا ہے میں اسکی تائید کرتا ہوں۔ واقعی ابھی کراچی میں ایم کیو ایم ایک مافیا سٹائل پولیٹیکل وہ بن گئی۔

جناب اسپیکر: جعفر صاحب! جس کسی پارٹی کا یا کسی کا یہاں کوئی نمائندہ نہ ہو defend کرنے کیلئے by name کسی پر الزام لگانا میرے خیال مناسب نہیں ہے۔ آپ بات کریں اپنی۔ but directly don't say۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب میں یہ کہوں گا کہ یہ قتل عام وہاں پر بلوچوں کا بھی قتل عام شروع ہیں۔ کبھی لیاری میں قتل عام کرتے ہیں۔ کبھی پٹھانوں کا قتل عام شروع ہیں۔ دوسرے سندھیوں کا قتل عام شروع ہیں۔ صرف اس وجہ سے کرواتے ہیں کہ بھئی کراچی سے ان سب کو نکال دیں تاکہ کراچی پر ایم کیو ایم کا قبضہ ہو سکے۔ آیا یہ ممکن ہے کہ چالیس لاکھ کی آبادی کدھری shift ہو جائے؟ یہ ایک میں سمجھتا ہوں ایک غلط approach ہے انکا۔ کیا کہتے ہیں شاؤنسٹ، آپ کہتے ہیں بات نہیں کریں میں کہتا ہوں کہ ایک شاؤنسٹ approach ہے جسکی بھی ہے میں نام نہیں لوں گا۔ کہ کسی سے علاقہ خالی کروادیں۔ کون کسی سے علاقہ خالی کروا سکتا ہے؟ خواہ مخواہ لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ لوگ مرتے ہیں روزانہ جنازے آتے ہیں۔ نفرتیں بڑھتی ہیں یہ ملک کیلئے نقصان دہ ہے۔ میں حکومت کو یہ کہتا ہوں کہ حکومت اے اوپر کیوں خاموش ہے؟ روزانہ کسی کے دباؤ میں آ کر کے انکو اجازت دہ دیتے ہیں کہ بابا پچاس پشتونوں کو قتل کر دو۔ سو پشتونوں کو قتل کر دو چلو تمہارا ناشتہ پورا ہو جائے۔ سب سے بڑا ذمہ دار اسکے حکومت ہے حکومت کیا کر رہی ہے؟ آیا فیڈرل حکومت یا سندھ حکومت نے آج تک اسکے اوپر کوئی اقدام کیا ہے؟ اُس نے تو اجازت دیدی ہے کہ ”بابا! تم لوگ قتل کر لو۔ کیوں؟ وہ اسکے دباؤ میں آ جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ اُنکی کوئی پر خاش ہے۔ یا حکومت انکے خلاف ہے پٹھانوں کے یا دوسرے آبادیوں کے۔ لیکن اُنکی خاموشی جو ہے وہ بھی جرم ہے۔ کیوں اُنکو اجازت دیا ہوا ہے قتل عام کا۔ اُنکو روزانہ پچاس آدمی ناشتے میں مارنے کی اجازت دیدو تو وہ لوگ خوش، اگر اجازت نہ دیں تو پھر وہ ناراض۔ اور یہ ان کا خیال جو ہے کسی سے کوئی شہر خالی کروالیکا کراچی۔ میں سمجھتا ہوں یہ تو پچاس نہیں پانچ لاکھ بھی ماردیں کوئی شہر خالی نہیں کریگا۔

جناب اسپیکر: thank you جعفر خان آپکا point on record آ گیا۔ صادق صاحب! پہلے کیپٹن خالق

اچکزئی صاحب پھر صادق صاحب۔

کیپٹن (ر) عبدالخالق اچکزئی (وزیر امور نوجوانان): جناب اسپیکر صاحب! thank you very much زمرک

خان صاحب نے جو point اٹھایا ہے اور اُس پر جعفر خان صاحب نے بھی تقریباً اچھی بات کی۔ گزارش یہ ہے کہ آپ کی نوٹس میں یہ بات لاؤں کہ یہاں پر ضروری نہیں ہے کہ ہم جسکے نام لے رہے ہیں یا براہ راست جس کو نقطہ چینی کر رہے ہیں کوئی ہو یا نہ ہو تو ہم نہیں کر سکتے ہیں۔ مقصد یہ ہے زمرک خان صاحب نے یہ کہا کہ پوری اسمبلی کو اکٹھے طور پر اسکی حمایت کرنی چاہیے اور اگر ہم اسکو جائز سمجھتے ہیں کہ جو کچھ کراچی میں ہو رہا ہے تو پھر تو ہمیں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ اور اگر کراچی میں جو کچھ ہو رہا ہے پٹھانوں کے ساتھ خاصکر بلوچستان والوں کے ساتھ، تو اگر ناجائز ہو رہا ہے تو ہمیں پوری اسمبلی کو بحیثیت بلوچستان کی نمائندگی کے طور پر اس پلیٹ فارم سے سندھ حکومت کو یہ message دینا چاہیے کہ جو کچھ آپ نے گھلی چھٹی دے کے رکھی ہے آپ نے جو License to Kill دے کے رکھا ہے اُنکو۔ یہ چیزیں بند ہونی چاہئیں۔ اور یہ کب تک چلتی رہے گی؟ آپ جتنا مرضی ہے مارو اس سے نہ کم ہونگے نہ اس سے کوئی کراچی خالی کریگا نہ آپکی اجارہ داری قائم ہوگی نہ آپکی سرپرستی کو کوئی ماننے کیلئے تیار ہیں۔

جناب اسپیکر: thank you۔ جی آپکا point on record آ گیا۔ جی صادق عمرانی! Minister C&W جی۔

میر محمد صادق عمرانی (محکمہ مواصلات و تعمیرات): جناب اسپیکر! اس ملک کی تاریخ ہے کہ اس ملک میں 62 سال تک آمرانہ حکومت dictatorship رہی اور اس dictatorship کے خلاف پاکستان پیپلز پارٹی نے سب سے زیادہ struggle کی، جدوجہد کی۔ اس ملک میں جمہوریت کی بحالی کیلئے، آئین اور قانون کی بالادستی کیلئے۔ آج وہی قوتیں اس ملک میں جمہوری اداروں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں جنہوں نے ہمیشہ چور دروازے سے اقتدار میں آنے کی کوشش کی۔ پیپلز پارٹی نے اس ملک میں انصاف اور عدلیہ کی آزادی کیلئے جدوجہد کی۔ ہمارے پارٹی کے ایک ساتھی جسکا دونوں ٹانگیں اڑ گئیں بم دھماکے میں اور آج 18 اکتوبر ہے آج ہی کے دن 180 پیپلز پارٹی کے کارکن، جب محترمہ بے نظیر بھٹو اس ملک میں آمرانہ اور dictatorship کے خلاف میدان عمل میں ہمیشہ رہیں اور اس ملک میں واپس آ رہی تھیں تو ایک دن میں سانحہ کار ساز میں 180 افراد پاکستان پیپلز پارٹی کے شہید ہوئے۔ اور ہزاروں کی تعداد میں ہمارے کارکنوں کی کسی کی آنکھ ضائع ہوگئی، کسی کا ہاتھ، کسی کا پاؤں اور اس ملک میں یہ سب قربانیاں شہید ذوالفقار علی بھٹو نے، محترمہ بینظیر بھٹو نے، پارٹی کے ہر کارکن نے جمہوریت کیلئے دی۔ اور آمریت کے خلاف جدوجہد کی۔ آج عدلیہ اگر آزاد ہے اس عدلیہ کی بحالی کیلئے محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا کہ ”چیف جسٹس کے گھر پر ہم پاکستان کا جھنڈا لگائیں گے“۔ اسکی آزادی، آج اگر عدلیہ اگر آزاد ہے، پاکستان پیپلز پارٹی اور شہید بینظیر بھٹو کے vision کی وجہ سے، آج رات کو دو بجے کھڑے ہوتے ہیں کہ جی

کاحق دو۔

جناب اسپیکر: نہیں وہ دیکھیں صاوق صاحب اُس بات کے آپ کے کارروائی کا حصہ نہیں ہونگے نہ رپورٹنگ ہوگی نہ اجازت ملے گی۔ I am sorry مجھے rules پر اسمبلی چلانے دیں۔ میں نے آپکو فلور دیا ہے آپ اپنی بات کریں۔
محکمہ مواصلات و تعمیرات: جی ہاں! اس ملک میں جمہوریت کیلئے جدوجہد پارٹی نے کی۔ آج 180 کارکنوں کی شہادت کا دن ہے ہم اس کیلئے request کرتے ہیں کہ سانحہ کارساز کے شہداء کے رُوح کے ایصالِ ثواب پہنچانے کیلئے فاتحہ کی جائے۔

جناب اسپیکر: میرے خیال میں شہدائے کارساز کیلئے ہم نے دو بار پہلے فاتحہ خوانی صادق صاحب! ہم کر چکے ہیں۔
بِسْمِ اللّٰهِ آپ کر لیں ہم دو بار کر چکے ہیں آپ پڑھ لیں دیکھیے ہم اسمبلی کا ریکارڈ ہے۔ دیکھیں پھر زمرک صاحب۔۔۔ (مداخلت۔ شور)۔ دیکھیں مولوی صاحب! جتنے اس دوران 18 اکتوبر سے اب تک جو بھی شہید ہوئے ہیں، جو اس جہاں سے گئے ہیں سب کیلئے فاتحہ خوانی کریں۔ جی بالکل جو بھی اس دوران ہوئے ہیں اُن سب کیلئے فاتحہ خوانی کی جائے۔
(دعاے مغفرت کی گئی)۔

حاجی علی مددجنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب اسپیکر: جی میں کارروائی کی طرف آؤں ابھی تو ہم point of orders پر ہی چل رہے ہیں۔ جی آپ تینوں باری باری بات کریں۔ جی جنگ صاحب پہلے آپ بات کریں، پھر اُسکے بعد۔
حاجی علی مددجنگ: جناب اسپیکر پوائنٹ آف آرڈر پر مجبوری سے انسان پوائنٹ آف آرڈر پر اجازت لیکر بولتا ہے۔ اسلئے کہ آج پانچواں دن ہے جناب اسپیکر! میں نے تحریک استحقاق جمع کیا ہے ابھی تک اُس پر بحث نہیں ہوا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہ ہم آج یہ پانچواں دفعہ ہے اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہے۔ میں اُٹھ کے، کھڑے ہو کے میں نشاندہی کرتا ہوں کہ میرے ساتھ، ایک ممبر کے ساتھ پولیس نے روک کے چیک پوسٹوں پر جو کہ تلاشی لیا گیا تو آج پانچواں دن ہے اس پر کوئی کارروائی نہیں ہو رہا ہے۔

جناب اسپیکر: ہم نے گورنمنٹ کو refer کیا ہوا ہے۔

حاجی علی مددجنگ: ایک گھنٹے میں جو ہے ناں اس پر بات ہوتا ہے یہ کونسا گورنمنٹ ہے یہ تو طرفداری ہے۔ ٹھیک ہے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ مجھے افسوس ہے اپنی پارٹی کے ممبران سے، افسوس ہے کہ آج پانچواں دن ہے میں اُٹھ کے اس اسمبلی میں ان دوستوں کی موجودگی میں میں نشاندہی کرتا ہوں کہ آپکے پارٹی کے ایک ممبر کے ساتھ پولیس نے روک کے تلاشی لیا،

کوئی بھی ڈر سے نہیں بولتا ہے کہ ہمارا وزارت نہ جائے۔ غیرت سے چیو وزارت آنے جانے کی چیز ہے کل آپ کے ساتھ ہو پرسوں کسی اور کے ساتھ ہو، ہم متحد نہیں ہونگے تو آپ کیلئے بھی کچھ نہیں رہیگا۔ جناب اسپیکر! مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میری پارٹی کے لوگ، سینئر لوگ اٹھ کے اسکا مذمت نہیں کرتے ہیں۔ پوچھتے نہیں ہیں کہ ”آپ کے ساتھ کیا ہو گیا؟“۔ تو اور میں اسکے سوا اس اسمبلی کے سوا ہم کس کو بتائیں۔ پانچ دن ہو گئے ہیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے ایک ٹکے کے آدمی بے عزت کرتے ہیں نے، اُسکے خلاف بھی وہ نہیں ہوتا ہے، ایک ممبر کو روک کر تلاشی لیا۔ اُسکو کیوں نہیں بلاتے ہیں؟ جناب اسپیکر! آج میں اس اسمبلی کا بائیکاٹ کرتا ہوں۔ ڈرواُن دنوں سے کہ بہت سے لوگ یہاں اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آج نہیں ہیں۔ ایسا نہیں ہمیں بھی مجبور کیا جائے۔ ہمیں اور نہیں سڑکیں بند کرنا آتا ہے۔ ہمارے ساتھ ورکرز ہیں۔ ہم نے ورکوں کیلئے قربانیاں دی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگر اس پر کسی نے کارروائی نہیں کیا تو پھر دَما دَم مست قلندر سڑکوں پر ہوگا۔ میں آپ لوگوں کو آج پانچواں دن ہیں نہ

XXXXXXXXX۔ کیوں نہیں ہمیں سنتے ہیں؟۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر: یہ الفاظ XX اسمبلی کی کارروائی سے حذف کیئے جائیں۔

حاجی علی مددجنگ: کون پوچھتا نہیں ہے اس حکومت سے کہ کس نے آپ لوگوں کو جو ہے ناں اجازت دیا کہ آپ ایک ممبر کے ساتھ وہ کرو۔ ایک ممبر لڑتا ہے۔ میں آپ لوگوں کے اس سے میں بائیکاٹ کر کے جاتا ہوں۔ (اس موقع پر معزز رکن اسمبلی ایوان سے باہر چلے گئے)۔

جناب اسپیکر: thank you۔ یہ الفاظ X کارروائی سے حذف کئے جائیں۔ جی پیر صاحب! پھر اُسکے بعد۔

پیر عبدالقادر الگیلانی: ایک ممبر کا حق مجروح ہوتا ہے۔ اور اُسے جو ہے ناں اُنکا privilege breach کیا جاتا ہے اور اُسکے بعد کوئی اُس پر action نہیں لیا جاتا۔ جناب! یہ صرف ایک ممبر کا استحقاق مجروح نہیں ہوا بلکہ کسی بھی اسمبلی کے ممبر کا استحقاق ہو، وہ پوری اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ آپ، آجنگ آپکی Privilege Committee نہیں بنی۔ کوئی اور committees نہیں بنیں۔ اُس کیلئے صرف solution یہ ہے کہ حکومت کا کوئی ممبر کھڑے ہو کے اس پر جواب دیں۔ ہمارا ایک Honourable Member جاتا ہے اور اُسے ذلیل کرنے کیلئے سڑک کے اوپر روک کے گاڑی سے اُتار کے اُسکے ایک ایک اسلحہ کے لائنس، گاڑی کے کاغذات جامعہ تلاشی لی جاتی ہے اور بے عزت کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اپوزیشن کا ممبر ہے یا ٹریڈری ممبر ہے۔ اس فلور کے اوپر Ever-body is a Memrber of this House۔ کسی بھی ممبر کا عزت دوسرے ممبر کے عزت کے برابر ہے۔ اگر اُسکے اوپر action نہیں لیا جاتا تو یہ انتہائی

افسوسناک بات ہے۔ تمام اسمبلیوں میں، آج تک جتنی اسمبلی آئی ہیں privilege کے اوپر نہ حکومت ہے نہ اپوزیشن ہے privilege کے مسئلے کے اوپر، استحقاق کے مسئلے کے اوپر، سب ایک ساتھ ہیں۔ اسکے اوپر آپ برائے مہربانی کوئی action لیں۔ حکومت سے جواب طلب کریں اور۔۔۔

جناب اسپیکر: میں نے عرض کیا میں نے گورنمنٹ سے details مانگی ہیں جیسے ہی مل جائیں اسکی روشنی* بحکم جناب اسپیکر XXXXXX یہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے گئے۔ میں۔۔۔ (مداخلت)۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: دیکھیں جناب اسپیکر! اس طرح کی details تو آپ پچھلے ڈھائی سال سے ایسی ہی details لی ہیں، مانگی ہوئی ہیں لیکن ابھی تک ڈھائی سے نہیں پہنچی ہیں۔

جناب اسپیکر: دیکھیں پیر صاحب! میں آپ سے گزارش کروں۔ اس پر میں۔۔۔ (مداخلت)۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: آپ اس پر رولنگ دیں۔ آپ اس پر رولنگ دیں کہ Within one day or two days. وہ جواب دیں۔ written کے اندر جواب دیں جو آفیسران نے یہ حرکتیں کی ہیں انہیں suspend کیا جائے۔ اُنکے خلاف action لیا جائے۔

جناب اسپیکر: دیکھیے میری گورنمنٹ سے بات ہوئی ہے میں in-writing مانگ رہا ہوں۔ جہاں تک privilege کی بات ہے۔ اگر میں اُس کو یہاں Privilege Committee کے حوالے کرونگا تو اُس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ Privilege Committee تو exist ہی نہیں کر رہی ہے۔ آپ کو خود سمجھنا چاہیے۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: نہیں تو اگر Privilege Committee exist نہیں کر رہی ہے اور اسمبلی جو ہے ناں اپنے پورے اختیارات استعمال نہیں کر سکتی، اپنے قواعد و ضوابط کے مطابق چل نہیں سکتی تو پھر آپ اجلاس کیوں بلاتے ہیں؟۔

جناب اسپیکر: اُسکے لئے میں نے بارگورنمنٹ کو یاد دہانی کرائی ہے۔ یہ گورنمنٹ کا business ہے جب بھی Law Minister کوئی نام کمیٹیوں کا کریگا ہاؤس elect کرے گی۔ یہ ہاؤس کی۔۔۔ (مداخلت)۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: جناب اسپیکر! یہ آپکی اور حکومت کی اس رویئے کے اوپر۔ اور علی مدد جتک صاحب کے ساتھ یکجہتی کے طور پر میں اس اسمبلی کے اجلاس سے بائیکاٹ کرتا ہوں۔

(اس موقع پر معزز رکن ایوان سے باہر چلے گئے)۔

جناب اسپیکر: thank you۔ جی سلطان ترین صاحب! پھر اُسکے بعد باری صاحب۔

جناب سلطان محمد ترین (وزیر جیل خانہ جات): جناب اسپیکر صاحب! پہلے تو میں جناب انجینئر صاحب کے point of order پر اسکی میں تائید کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر: کس کی؟

وزیر جیل خانہ جات: یہ انجینئر صاحب نے point of order پر بات کی کراچی کے متعلق اسکا میں تائید کرتا ہوں جو انجینئر صاحب، جعفر صاحب اور کیپٹن صاحب نے اس پر تفصیل سے بات کی۔

جناب اسپیکر: thank you.

وزیر جیل خانہ جات: دوسری میں اپنے جیل کے متعلق اس ایوان کی توسط سے وزیر اعلیٰ بلوچستان سے میری اپیل ہے کہ جو لیویز اور پولیس کو 100 percent پر سنٹ دیا گیا، ہماری جیل، میرا مطلب یہ ہے کہ ہمارے جیل کو اسکو 100 percent نہیں دیا گیا ہے۔ میری گزارش ہے کہ 100 percent ہمارے جیل کے ملازمین کو بھی دیا جائے۔

جناب اسپیکر: اچھا ٹھیک ہے۔

وزیر جیل خانہ جات: کیونکہ یہ صوبہ پشتونخوا، اسمیں سندھ اور پنجاب انکو دیا گیا ہے ہمارے بلوچستان کے محکمہ جیل کو نہیں دیا گیا ہے۔ میری گزارش یہ ہے اس ایوان کے توسط سے کہ اسے بھی دیا جائے۔

جناب اسپیکر: thank you۔ جی۔ Minister P.H.E مولانا باری صاحب۔

مولانا سید عبدالباری آغا (وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ): جناب اسپیکر صاحب! آپ کو پتہ ہے جیسے ہمارے دوسرے صاحبان نے بتایا ہے کراچی کے حوالے سے، وہاں ہمارے کوئٹہ اور پشین کے لوگوں کو جیسے target اور کافی عرصے سے مطلب target بنایا ہے اور ابھی میں نے فون کیا تھا، وہاں پر کراچی میں کچھ دن پہلے ہمارے پشین کے دو لوگ شہید ہو کر کے آگئے۔ ابھی میں نے فون کیا تھا حال و احوال کیا تھا دوسرے لوگ آرہے ہیں زخمی خون میں آلودہ ہیں خضدار اور قلات کے ایریا میں۔ تو کراچی والوں نے جو ٹارگٹ کیا ہے یہاں تک کیا ہے کہ ہمارے جو زخمی اور شہید لوگ ہیں ان کو یہ گاڑی تک مہیا نہیں کیا گیا ہے ایسبیلنس گاڑی تک۔ جب کسی ملک میں یا کسی طبقے میں انسانیت کی اتنی کمی ہو کہ ان کے لاش کے ساتھ بھی ایسا رویہ رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ ملک نہیں بچ سکتا ہے۔ وہ سسٹم نہیں چل سکتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اگر نواب صاحب کی سرپرستی میں یا سردار صاحب آپ کے سرپرستی میں ایک کمیٹی تشکیل دیں۔ اور جا کر ہم کراچی گورنمنٹ کے ساتھ سندھ گورنمنٹ کے ساتھ دو ٹوک الفاظ میں، صرف سیاسی انداز میں نہیں، ہم بھی کچھ کر سکتے ہیں، ہم بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں لیکن ہم نے صبر لیا ہے۔ اس ملک میں ہم نے ہمارا صبر کا جو پیمانہ ہے وہ لبریز ہو رہا ہے۔ تو ہمارے جو دل کا درد ہے اور فکر ہے اور جذبہ ہے یہ

پوری اسمبلی کا اس پر ہم لاشوں کی سیاست نہیں کرتے ہیں دو پارٹی کا مسئلہ نہیں ہے یہ کوئی عوامی میٹشل پارٹی اور ایم کیو ایم کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ عالمی ایجنڈے کا حصہ ہے کہ کراچی پاکستان میں ایک معاشی یونٹ ہے اسکو تباہ کرنے کیلئے پاکستان کو معاشی طور غیر مستحکم کرنے کیلئے پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔ تو جناب اسپیکر اس پر ایک عملی قدم، یہاں پر ہم قراردادیں پیش کر رہے ہیں تحریک التواء، تحریک استحقاق point of order کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُس آرڈر پر ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔ تو جناب اسپیکر بحیثیت انسان، انسانوں کا مسئلہ ہے صرف ہمارے علاقے کے افراد لاشوں کا مسئلہ نہیں ہے مطلب انسانیت کی بے قدری ہو رہی ہے وہاں پر۔ تو ظاہر ہے کہ ہم نے جا کر کے سندھ گورنمنٹ پر دو ٹوک الفاظ وفاقی گورنمنٹ میں ہوم منسٹری کے ساتھ دو ٹوک الفاظ میں آپ ایک رولنگ دیدیں۔ چیف منسٹر صاحب کی سرپرستی میں جا کر ہم صاف، صاف بات کریں گے کہ اگر ہماری جانیں محفوظ نہیں ہیں کراچی میں تو پاکستان میں انکی جانیں بھی محفوظ نہیں رہ سکتے ہیں۔ اگر موت ہمارا تقدیر ہے پھر ان لوگوں کیلئے بھی موت کا تقدیر ہے یہ میری طرف سے جمعیت العلمائے اسلام کی طرف سے پیغام ہے۔

جناب اسپیکر: باری صاحب! آپ کی بات on record پر آگئی ہے یقیناً وزیر اعلیٰ صاحب تک آپ کی تجویز پہنچ جائیگی۔ اس پر کوئی مثبت رد عمل کا اظہار کریں گے۔ اس وقت آپ Chair کے ساتھ تعاون کریں۔ اگر آپ باری صاحب اور منسٹر ایجوکیشن ہمارے اپوزیشن ممبر اور جنک صاحب کو اگر اسمبلی میں لے آئیں۔ تو اگر آپ مہربانی ہو۔ آپ اُنکو لے آئیں تاکہ ہم، اسمبلی کی کارروائی چل رہی ہے کیونکہ اپوزیشن کے ہمارے ایک آدھ، آپ ذرا طاہر صاحب please ذرا مہربانی کریں۔ وقفہ سوالات۔ شیخ جعفر مندوخیل صاحب۔ لیکن منسٹر پلاننگ اینڈ ڈیولپمنٹ موجود نہیں ہیں، کسی کو گورنمنٹ نے authorize کیا ہے؟ To answer on his behalf۔ صادق صاحب! کسی کو نہیں کیا ہے گورنمنٹ نے authorize؟

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب اس پر۔۔۔

جناب اسپیکر: جعفر صاحب! اس پورے اجلاس میں جتنے دن ہم چلے ہیں ایک بھی سوال کا جواب نہیں ہے۔ کبھی ممبر نہیں ہیں کبھی وزیر نہیں ہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: sir کیا ہوگا۔ یعنی کہ اس اسمبلی کو اگر اس level کی ہم توجہ دینگے۔ تو پھر ہم کیوں ممبر بن کر کے آتے ہیں؟ کبھی آتا ہے تحریک التواء آتا ہے اسکے گورنمنٹ کے منسٹر اُٹھ کر کے کورم توڑتے ہیں۔

جناب اسپیکر: دیکھیں authorize کسی کو نہیں کیا ہے تو ایسے تو نہیں ہوگا ناں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: کبھی یہ جوابات آتے ہیں تو منسٹر موصوف جو ہے وہ ڈر کے مارے اسمبلی میں نہیں آتا ہے۔

جناب اسپیکر: نہیں اب یہ تو مجھے پتہ نہیں کیا وجہ ہے اُنکے ساتھ کیا اُنکی مصروفیات ہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: نہیں، نہیں وہ کام کرتے کیوں ہو؟ وہ گناہ کرتے کیوں ہو؟ جسکی وجہ سے پھر تم ڈر کی وجہ سے اسمبلی نہیں آسکتے ہو۔

جناب اسپیکر: ہو سکتا ہے کوئی سرکاری مصروفیات اُنکی ہوں۔ بہر حال۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: نہیں نہیں میں سمجھتا ہوں کہ میں نے سردار اسلم بزنجو سے سوال کیا اُس نے جواب بھی دیا شکر یہ بھی ادا کیا۔ ایگریکلچر منسٹر سے سوال کیا اُس نے جواب بھی دیا شکر یہ بھی ادا کیا۔

جناب اسپیکر: آج کے سوالات مکملہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے تمام سوالات اگلے اجلاس کیلئے مؤخر کر کے جاتے ہیں۔ جعفر صاحب اگلے اجلاس کیلئے مؤخر کر دیئے ہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: دوسرا یہ جو جوابات دیئے ہیں میرے ساتھ تو جوابات موجود ہیں۔ یہ بالکل غلط جوابات دیئے ہیں۔ میں نے پوچھا ہے revised اسکیمیں کونسی ہیں؟ انہوں نے regular PSDP کی کاپی فوٹو سٹیٹ کر کے مجھے بھجوا دی۔ یہ کیوں چھپاتے ہیں۔

جناب اسپیکر: جعفر صاحب ابھی وہ جب take up ہونگے تب کی بات ہوگی ناں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: sir میں یہ کہتا ہوں sir میری ایک request اور بھی ہے کہ آپ انکو بجائے آپ خود سوال پڑھ لیں آپ کے سیکرٹری اسمبلی یہ سوال پڑھ لیں کہ واقعی انہوں نے صحیح جواب دیئے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ مطمئن ہو جائیں تو ٹھیک ہے اگلے سیشن میں پیش کر دیں نہیں ہے تو انکو واپس بھجوادیں کہ انکو correct کر کے لے آئیں۔

جناب اسپیکر: اسمبلی سیکرٹریٹ انہیں دیکھ لے گی۔ اگر اسمبلی کوئی کمی رہ گئی ہے تو دوبارہ محکمے کو refer کیئے جائینگے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: ہاں اس کو دیکھ لیں اگر انہوں نے واقعی۔ میں نے نام پوچھا ہے لسبیلہ کا انہوں نے تڑوب کا نام دیا ہے۔ میں نے revised کا نام پوچھا ہے اُس نے regular PSDP کا مجھے فوٹو سٹیٹ بھجوا دیا ہے۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: بجٹ میں بھی انہوں نے ہم سے revised PSDP چھپائی گئی تاکہ ان لوگوں کے

کرتوت سامنے نہیں آسکیں۔ اور پھر جب میں نے question کیا ہے specific question اسمبلی بھی وہ revised اسکیموں کے مجھے نام نہیں دیئے گئے ہیں۔ ایسی ہی اسمبلی کو ٹالنا ہے یہ۔ میں سمجھتا ہوں اگر انہوں نے دوسری مرتبہ صحیح جواب نہیں دیا میں خود ہی ہائی کورٹ جاؤنگا۔ اس اسمبلی کے خلاف بھی جاؤنگا۔ اور یہ ڈیپارٹمنٹس کے خلاف بھی جاؤنگا ہائی کورٹ۔

جناب اسپیکر: جعفر صاحب! دیکھیے اسمبلی سیکرٹریٹ اسکو scrutinize کر دیگی۔ جی thank you۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب محمد خان مینگل (سیکرٹری اسمبلی): محترم امان اللہ نوتیزئی صاحب، وزیر، اپنے والد صاحب سے ملنے جو ایک پرائیویٹ ہسپتال میں زیر علاج ہیں کراچی جانے کی وجہ سے 18 اکتوبر 2010ء کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔ محترم سردار مسعود علی خان لونی صاحب، وزیر، 18 اکتوبر 2010ء کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔ محترمہ مسز زرینہ زہری صاحبہ، مشیر وزیر اعلیٰ صاحب، بوجہ ناسازی طبیعت 18 اکتوبر 2010ء کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔ محترم سید احسان شاہ صاحب، وزیر، تربت جانے کی وجہ سے 18 اکتوبر 2010ء کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔ محترم اسفند یار کارکا صاحب، وزیر، اہم امور کی وجہ سے 18 اکتوبر 2010ء کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔ محترم حاجی محمد خان طور اتما خیل نجی امور کی وجہ سے 18 اکتوبر 2010ء کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

جناب اسپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواستیں منظور کی جائیں؟۔ رخصتیں منظور ہوں۔ جی ریونیومنسٹر صاحب۔

انجینئر ذمرک خان اچکزئی (وزیر مال): مہربانی جناب اسپیکر صاحب۔ یہ دو تین پہلے ہم نے وزیر اعظم صاحب سے ملاقات بھی کی تھی، یہ بجلی کے بارے میں ہم نے بات کی تھی۔ ہمارے آغا تاج صاحب، نصیر شاہ ہوانی صاحب، عبدالرحمن باڑی، جبار کارکا، صدیق صاحب ہماری جو ایکشن کمیٹی ہے، وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو اس حوالے سے میں نے وہاں پر بھی بات کی سارے ہمارے جتنا بھی گروپ تھا نواب صاحب کی قیادت میں ہم گئے ہوئے تھے۔ تو جب یہ سب سب ختم کر دی گئی تھی تو پھر وزیر اعظم صاحب نے بحال کر دی، اعلان بھی کر دیا لیکن آج تک وہ نوٹیفکیشن جاری نہیں ہوا ہے۔ تو آپ kindly یہ جو یہاں پر ہمارے سی او صاحب بیٹھے ہوئے ہیں واپڈ کے، انکو بلا دیں۔ وہ لوگوں کو تنگ کر رہے ہیں زمینداروں کو تنگ کر رہے ہیں کہ جی payments جو ہیں وہ میٹر پر دیا جائے۔ ایک ایک لاکھ روپے نوے، نوے ہزار روپے کون دے سکتا ہے۔ ہم کب تک اسی طرح وہ کرتے رہیں گے۔ آپکو پہلے بھی ہم نے point of order پر یہاں request کی تھی کہ آپ اس مسئلے کو اٹھائیں اُن کو serious لیں۔ اُن کو بلا لیں۔ وہ جب جو ہے وہ مل بھیجتے رہتے ہیں مل بھیجتے رہتے ہیں اُن لوگوں نے تو دو، دو لاکھ روپے اُن سے لیا نہیں۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے آپ کی بات بجا ہے۔ نہیں بات بجا ہے۔ محکمے کو تو سرکار کا نوٹیفکیشن چاہیے اُس میں۔۔۔

وزیر مال: sir ایک چھوٹا سا مسئلہ میں اور بیان کردوں جناب اسپیکر صاحب۔

جناب اسپیکر: شیخ جعفر صاحب ذرا منسٹر صاحب کو بات ختم کرنے دیں۔

وزیر مال: ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ یہ عید آئیوالی ہے میرے خیال سے آج اسمبلی کا اجلاس ختم ہوگا پھر ہمیں مواقع نہیں ملے گا۔ ہمارے مال و مویشی جو ہیں یہ ایران اور افغانستان اسمگل ہو رہے ہیں اور عید کے موقع پر یہ جو بڑا عید آ رہا ہے اس پر جو ہے ہمارے بہت سے جو مویشی جا رہے ہیں۔ اور یہاں تک کہ چھ، چھ سو روپے پر ابھی یک رہے ہیں یہاں پر کلو چھوٹا گوشت۔ اور بڑا گوشت بھی چار سو تک پہنچ گیا اور ہم نے عید بھی کرنی ہے۔

جناب اسپیکر: یہ منسٹر لائیو اسٹاک نے نوٹ کر لیا ہوگا وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

وزیر مال: تو یہ ہے کہ آپ لائیو اسٹاک کو۔ یہ کسٹم والے بھی اسمیں involve ہیں۔ کسٹم والے تو کہتے ہیں کہ ہم نہیں چھوڑتے ہیں۔ پھر وہاں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ آپ کسٹم والوں کو ہمارے ہوم ڈیپارٹمنٹ سے، لائیو اسٹاک سے بات کریں کہ اسکو فی الحال بند کریں۔ پھر اسکے بعد جو بھی کرنا ہے وہ کرنے دیں۔

جناب اسپیکر: لائیو اسٹاک کے منسٹر ہیں وہ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کوئی اس پر بتانا چاہتے ہیں؟ جی منسٹر لائیو اسٹاک۔

میر قمر علی گچکی (وزیر امور پرورش حیوانات): یہ دراصل فیڈرل گورنمنٹ کا مسئلہ ہے۔ یہ جتنے بھی یہاں سے مال مویشی ایران اور افغانستان جا رہے ہیں باقاعدہ انکو ہم نے نوٹیفکیشن بھی دیا ہوا ہے۔ چیف منسٹر کو بھی بھیجا ہے۔ فیڈرل منسٹر کو بھیجا ہے سب کو بھیجا ہے۔ یہ جتنے بھی مال و مویشی یہاں سے جا رہے ہیں میں نے خود بذات خود جب میں ایک فاتحہ سے مکران سے آ رہا تھا میں نے سوٹرک پکڑے ہیں۔ اور انکو بجائے seize کرنے کے انہوں نے دوسرے دن انکو جانے دیا ہے۔ کیونکہ وہاں پر انکے پاس راہداری ہے۔

جناب اسپیکر: نہیں راہداری ڈپٹی کمشنر نہیں issue کرتے ہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات: excuse me نہیں راہداری صرف فیڈرل منسٹر آپ issue کرتے ہیں۔ ایک ہی راہداری پر وہ دس دفعہ گاڑیاں لے جاتے ہیں۔ اور سارے یہاں پر آپ کے ایف سی سے لیکر لیویز سے لے کے سب انکے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اور یہ سارا سسٹم فیڈرل کا ہے اور میں پھر بھی التجاء کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر: منسٹر صاحب! اسکو آپ وزیر اعلیٰ سے take-up کریں۔ اگر یہ serious مسئلہ ہے۔

وزیر امور پرورش حیوانات: جی وزیر اعلیٰ کو ہم نے written میں بھیجا ہے sir وزیر اعلیٰ کو ہم نے written میں بھیجا

ہے کہ ہمارے نمائندے بھی یہاں پر ہیں۔ ہمارے نمائندوں کو بھی لیا جائے۔ اُنکا صرف ایک ہی بات بندہ یہاں پر بیٹھا ہوتا ہے جو ویکسینیشن کرتا ہے۔ اور میں صاف صاف آپ کو بولوں اُن سے پیسے لے کے ویکسینیشن کر کے اُنکو یہاں سے وہ چھوڑ دیتا ہے۔ اور وہ ایران، افغانستان چلے جاتے ہیں۔ اور ایک چیز آپ کے ذہن میں ہو اس دفعہ جو وہاں پر سیلاب کی وجہ سے جو بیماریاں ہیں جو مسئلے ہیں وہاں پر جو food diseases آئے ہیں یا سارے کچھ وہ ہو رہے ہیں۔ یہ یہاں پر بھی بھج رہے ہیں۔ جو ہمارے خضدار میں اور ہمارے قلات میں ابھی کوئٹہ میں بھی یہ disease پہنچ گئے ہیں۔ ابھی اگر یہ طریقہ رہا تو میرے خیال میں آپ کو یہاں کوئٹہ میں بھی مال مویشی نہیں ملے گا۔

جناب اسپیکر: تو منسٹر صاحب! آپ لائیو اسٹاک کے وزیر ہیں آپکو شکایت ہے۔ زمرک خان ریونیونسٹر ہیں جسکے تحصیلدار ماتحت ہوتے ہیں۔ لیویز کے حوالے سے پوری لیویز فورس تحصیلداروں کے ماتحت ہیں۔ آپ نے وزیر اعلیٰ کو بتایا ہے۔ تو اسپیکر تو یہی کر سکتا ہے کہ گورنمنٹ کو کہہ سکتا ہے۔ جی صادق صاحب! جی صادق صاحب آپ صادق صاحب بولیں تو پھر اس پر میں۔

میر محمد صادق عمرانی (وزیر مواصلات و تعمیرات): جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: جی صادق صاحب۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب اسپیکر! جیسا کہ زمرک خان نے جس طرف نشاندہی کی یقیناً لاکھوں کی تعداد میں مال مویشی افغانستان اور ایران سمگلنگ ہو رہا ہیں۔ تھوک کے حساب سے۔ جس میں ہم، یہ آج اس ایوان میں جتنے بھی دوست بیٹھے ہیں ہم متفقہ طور پر اس point of order کی حمایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اسکو قرارداد میں تبدیل کریں آج ہی۔ اور وفاقی حکومت کو اور یہاں پر آئی جی ایف سی کو اور یہاں کسٹم کے جو حکام ہیں ادارے ہیں انکو سختی سے لکھا جائے کہ یہ جو سمگلنگ ہو رہی ہے اسکو فوری طور پر روکا جائے۔ یہ ایوان ہم لوگ سب ہاتھ اٹھا کر آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ یہ قرارداد کی صورت میں اسکو مانو۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔ جی جعفر صاحب۔ بی بی ایک منٹ پہلے جعفر صاحب۔ پھر اسکے بعد آپ بات کریں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب اسپیکر زمرک صاحب نے اُس دن واپڈا کی بات کی تھی۔ اُس دن جو کان مہترزی اور مسلم باغ کے لوگ آئے تھے یہاں اسمبلی کا گھیراؤ کیا تو اسکے ساتھ ایک کمیٹی تھی، ہم لوگ ساتھی تھے ہم نے بات کیا تھا اُن لوگوں کو بھی یہی شکایات ہیں۔ تو وہاں کیسکو چیف کو ہم نے بلایا تھا۔ کیسکو چیف یہ کہہ رہا تھا کہ فیڈرل گورنمنٹ نے تو ہاں کیا ہے لیکن ہماری پاس Notification نہیں بھیجا ہے آرڈر نہیں پہنچا ہے۔ تو اُس kindly اس resolution کے مد میں

اگر آپ فیڈرل گورنمنٹ کو لکھیں through Assembly کہ اسے کانوری طور پر نوٹیفیکیشن پہنچادیں۔ ایک تو واپڈا کا یہ ہے کہ اس وجہ سے وہ بلیں آج تک pending میں پڑ رہی ہیں۔ کل بلیں اتنی ہوں گیں کہ اگر وہ regularize بھی کر دیں گے تو لوگ دے نہیں سکیں گے۔ کیونکہ وہ بل بھیجتے ہیں لوگ pay نہیں کر پارہے ہیں۔ جب تک اسکی notification نہیں آتی اسوقت تک یہ regularize نہیں ہوتے ہیں۔ یہ ایک ہو گیا واپڈا کے متعلق۔ نمبر 2 یہ جو جانوروں کے متعلق جو سمگلنگ ہے sir سو سے ڈیڑھ سو ٹرک daily جارہے ہیں۔ ہوم منسٹر نے ادھر floor of the House پر کہا ہے کہ اُس نے خود گنے ہیں ایک دن میں ڈیڑھ سو ٹرک جارہے ہیں۔ اور یہ مویشی سب ہمارے منڈیوں سے خرید کر کے لے جا رہے ہیں۔ جو کہ ناں سمگلنگ ایک جگہ سمگلنگ ہو رہی ہیں لیکن سمگلنگ کے ماسوائے یہ پہلی مرتبہ ہے جو میں نے دیکھا ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ نے لاکھوں کی تعداد میں پرمٹ دیئے ہوئے ہیں۔ جو بھی جا کر کے پانچ ہزار فی جانور انکو پیسے دے دیتا ہے فیڈرل منسٹری کو وہ اپنا پرمٹ دے دیتا ہے۔ پھر وہ پرمٹ ایک کی بجائے دس دس مرتبہ وہی پرمٹ دوبارہ استعمال ہوتا ہے۔ اور اُس میں Provincial government in active ہے۔ Provincial government دفعہ 144 کے تحت تمام بند کر سکتے ہیں۔ جب میں Home Minister تھا میں نے بند کیا۔ صرف بلیلی چیک پوسٹ پر مجھے offer ہوا کہ monthly دس لاکھ روپیہ آپ کو دیں گے آپ یہ دفعہ 144 اٹھالیں تاکہ ہم لوگ جانور لے جا سکیں۔ یہ اسوقت کی بات ہے تو آج Provincial government اسکے اوپر کیوں خاموش ہے؟ Provincial government دفعہ 144 کے تحت بند کر دیں۔ وہ اس movement کو بند کر سکتی ہے۔ ایک ضلعے سے دوسرے ضلعے میں بھی لوگ نہیں لے جا سکتے ہیں۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہے۔ عید کے کیا۔ عید پر میرے خیال میں اسوقت بکرے کی بجائے ہم لوگوں کو مرغ ذبح کرنے پڑیں گے۔

جناب اسپیکر: Thank you جی محترمہ نسرین صاحبہ۔

محترمہ نسرین رحمن کھیران (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! اس point of order پر جو مسئلہ پیش کیا گیا ہے اس سے پہلے بھی ایک قرارداد کی صورت میں یہ آیا تھا کہ ہم نے جانوروں کی سمگلنگ کے لیے ایک مشترکہ قرارداد تھی جو سب نے منظور کی تھی۔ اور اسکے بعد میرا خیال ہے کہ فیڈرل میں اسمیں کچھ انہوں نے پیشرفت کی بھی تھی۔ لیکن یہاں پر ہمارے جیسے انہوں نے لائیو اسٹاک کے منسٹر صاحب نے عرض کیا کہ ایک پرمٹ پر وہ دس دس مرتبہ ان ٹرکوں کو لیکر جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بہت serious مسئلہ ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم لوگوں نے یہی کہا تھا کہ گوشت تو پہلے ہی غریب لوگ نہیں کھا سکتے ہیں۔ ابھی تو جب انکو بکر اعیاد کا تھوڑا انتظار ہوتا ہے وہ بھی ختم ہو جائیگا۔ دوسرا point ہے ہمارا واپڈا کا۔ واپڈا کا سبسیڈی ختم

کرنے کیلئے اس سے پہلے بھی cabinet میں بھی بات ہو چکی ہوئی ہے اور ہم لوگوں نے اس فلور پر بھی بات کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بہت serious مسئلہ ہے اور اسمبلی ہمارے کسان جتنے بھی ہیں وہ زیادہ پریشان ہیں۔ اور وہ انکو threat مل رہا ہے کہ ”آپ لوگوں کے کنکشن کاٹ دیئے جائیں گے“۔ کسان بہت ساری مسائل سے دوچار ہیں اور یہ بھی ہمیں اسکو serious لینا چاہیے۔

جناب اسپیکر: Thank you جی۔

محترمہ نسرین رحمن کھٹیران (صوبائی وزیر): ایک ہمارے زمرک صاحب نے جو کراچی کی مسئلے کی بات کی تو وہ بھی ہمارے neglect کرنی والی بات نہیں ہے۔ اور جس طرح باری صاحب نے کہا کہ ہماری ایک کمیٹی جائے اور کراچی میں جا کر اس serious مسئلے کے تحت بات کریں۔ تو یہ بھی ایک غور طلب بات ہے۔ ایک میں آپ کو ایک بات اور اس سے پہلے بھی بات ہو چکی ہے۔

جناب اسپیکر: بی بی آپ کا ایک point of order تھا آپ نے ایک میں چار باتیں کر لی ہیں۔

محترمہ نسرین رحمن کھٹیران (صوبائی وزیر): جی point of order ہے ایک ہی دفعہ جب chance وہ فلور

ملتا ہے تو میرا خیال ہے کہ اپنے مسائل ہمیں کہنے کا حق ہے اور وہ ہمیں کہنا چاہیے

جناب اسپیکر: نہیں ایسے نہیں ہوتا ہے۔ اسمبلی کے قواعد و ضوابط بھی تو ہوتے ہیں نا۔

محترمہ نسرین رحمن کھٹیران (صوبائی وزیر): اور اسی طریقے سے میں آپ سے ایک request کروں گی کہ آپ کے توسط سے فیڈرل گورنمنٹ کو یہ اس سے پہلے نوٹس سی ایم صاحب نے بھی کہا ہوا ہے کہ یہ CSS کے Exam میں جتنے بچے پاس ہوئے ہیں انکا result روک لیا گیا ہے۔ اور جبکہ پشاور، کراچی اور لاہور انکے اڑھائی اڑھائی سو، ڈیڑھ ڈیڑھ سو انکی نوکریوں کی انکی کوٹہ ہے لیکن بلوچستان میں 35 آدمیوں نے لڑکوں نے Exam دیا ہے انکا ابھی تک result نہیں دیا گیا۔ اور اگر result نکلا بھی ہے تو انکو کوئی محکمے نہیں دیئے گئے ہیں۔ یہ تو سراسر زیادتی ہے۔ پہلے ہی بلوچستان میں ہماری تعلیمی معیار بہت کم۔ اور اگر انکے ساتھ یہ سلوک ہوگا۔

جناب اسپیکر: میرے خیال میں پورے ملک کا رکا ہوا ہے صرف بلوچستان کا نہیں ہے۔ جہاں تک میری معلومات ہے۔ صادق عمرانی صاحب! آپ Prime Minister صاحب سے وزیر اعلیٰ کی قیادت میں ملے تھے۔ مجھے یہ بتائیں کہ بجلی کے حوالے سے کیا وہاں بات ہوئی تاکہ پتہ چلے؟

وزیر تعمیرات و مواصلات: جی بالکل یہ بات ہوئی تھی وزیر اعظم کے نوٹس میں یہ لایا گیا کہ اسکا باقاعدہ notify کیا

جائے۔ اور اس فلور پر وفاقی حکومت کی طرف سے میں یقین دہانی کراتا ہوں وزیراعظم نے جسکا اعلان کیا بجلی کے سلسلے میں وہ نوٹیفیکیشن جلد جاری ہوگا۔

جناب اسپیکر: اور دیکھیں جی کیسکو کو تو۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: اور اُسکو بھی ہم کہہ دیں گے۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔ دیکھیں کیسکو کی چیف کو جہاں تک بلانے کی بات ہے زمرک صاحب! تو وہ جب نوٹیفیکیشن گورنمنٹ کرے گی وہ تو ایک گورنمنٹ کا ملازم ہے وہ تو سرکار کے حکم کا پابند ہے۔ تو اُسکے تو اختیار میں ہی کوئی چیز نہیں ہے کہ اُسکو بلایا جائے۔ وہ تو ہم نے سب نے مل کر فیڈرل گورنمنٹ سے اس مسئلے کو take-up کرنا ہے جیسے صادق صاحب نے بھی یقین دہانی کرائی ہے۔ جہاں تک لائیو اسٹاک کے حوالے سے تعلق ہے یہ واقعی افسوسناک بات ہے کہ concerned Minister پوری گورنمنٹ کی Cabinet سب اسکی مخالفت کر رہے ہیں۔ اور قرارداد بھی میرے خیال میں ابھی چھ مہینے بھی نہیں ہوئے ہیں کہ پاس ہو چکی ہے۔ لیکن اسمیں ہم صرف یہ نہیں کہہ سکتے کہ جی ایف سی یا کسٹمز، ہمارے اپنے بھی تو ادارے ہیں جو Law enforcers ہیں لیویز کی شکل میں ہیں۔ پولیس کی شکل میں ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔ مجھے please بولنے دیں پھر میں آ please۔ وہ بھی ہمارے ادارے ہیں۔ صادق صاحب! آپ وزیر اعلیٰ صاحب تک یہ بات پہنچائیں کہ ہمارے جو Provincial Law enforcers ہیں اُنکو پابند کریں کہ وہ اس قسم کی جو اگر غلط ہو رہا ہے violation permit کی ہو رہی ہے تو اسکو روکیں۔ اسپیکر تو صوبائی حکومت سے یہی درخواست کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسپیکر کے پاس کوئی اپنی علیحدہ فورس نہیں ہوتی ہے۔ اور آپ یہ بات وزیر اعلیٰ یا گورنمنٹ آف بلوچستان تک صادق صاحب پہنچادیں۔ Thank you very much۔ جی اچکڑی صاحب۔

کمپین (ر) عبدالحق اچکڑی (وزیر امور نوجوانان): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ آپکے ہوتے ہوئے تو chance مل جائے تو بڑی بات ہے sir۔ ہمیں تو ایک ہی chance میں ساری باتیں کرنی پڑتی ہے آپ ہمیں condemn نہ کریں۔

جناب اسپیکر: نہیں میں نے تو، میرے خیال میں کسی کو نہیں روکا۔ آپ بات کریں۔ اب یہ اور بات ہے کہ آپکو بار بار یاد آتا ہے تو اسمیں، آپ اپنی یادداشت درست کر لیں۔

وزیر امور نوجوانان: sir میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپکے ہوتے ہوئے chance مل جائے۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک point of order آپ تین باتیں کر جاتے ہیں۔ غنیمت سمجھتے ہیں۔

جناب اسپیکر: چلیں آپ بات کر لیں آپ کو جواب یاد آیا ہے آپ بات کر لیں۔
وزیر امور نوجوانان: sir گزارش یہ تھی لائیو اسٹاک کے حوالے سے میں آپ سے عرض یہ کر رہا تھا کہ serious مسئلہ ہے اسمیں کوئی شک نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: اس پر تو میں ابھی کہہ چکا ہوں اب آپ کیا بات کریں گے آپ؟
وزیر امور نوجوانان: میری گزارش سنیں sir آپ۔ ہمارے پاس دو روٹ ہیں جو کہ بلوچستان میں جہاں سے سمگلنگ ہو رہی ہیں وہ ہمیں ضروری نہیں ہے کہ ہم فیڈرل گورنمنٹ سے رابطہ کریں جعفر خان صاحب نے۔

جناب اسپیکر: دیکھیے! اچکنی صاحب آپ ایک نئی روایت ادھر نہ ڈالیں۔ جب اسپیکر ایک بات ختم کر دیتا ہے۔
وزیر امور نوجوانان: یہی تو میں کہتا ہوں کہ آپ کے ہوتے ہوئے chance مل جائے اور ہمیں بولنے کا موقع ملے۔

جناب اسپیکر: نہیں اس طرح نہیں ہوگا ہر ایک چیز کا طریقہ ہے۔ جب اسپیکر نے ایک بات ختم کر دی آپ نے پھر وہی چیز شروع کر دی۔ اڈس پر میری بات ہو گئی میری رولنگ ہو گئی۔ ٹھیک ہے جی۔ مورخہ 14 اکتوبر 2010 کے اجلاس میں باضابطہ شدہ تحریک التواء نمبر 4 پر دو گھنٹے عام بحث۔ جی جعفر صاحب! آپ بحث کا آغاز کریں۔ جی باری صاحب! ایک منٹ ہم نے باری صاحب کو بھیجا تھا۔

مولانا سید عبدالباری آغا (وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ): جناب اسپیکر صاحب! آپ کے حکم کے مطابق میں اور طاہر صاحب گئے انکے باتوں کو سنا۔ حاجی صاحب کا۔ واقعی انہوں نے استحقاق جمع کیا ہے اور پیش کیا ہے۔ اور استحقاق سب ممبر کا حق ہے میں نے بھی rules پڑھا ہے۔ اور ہم بھی اسمبلی میں کوئی تین چار دفعہ آئے ہیں، گئے ہیں۔
جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: تو یہ ہے کہ سات دن کے اندر ہم نے یہ مشورہ کیا ہے کہ آپ نے اُس پریکیشن لینا ہے۔ اور یہ جو پولیس کا پٹرولنگ ہے ایک ممبر صاحبان کو چیک کریں کسی کا، دوسرے کا بھی کریں۔ تو ظاہر ہے کہ اس پر بھی اس ایوان کو بھی چیک کرنا چاہیے کہ پولیس والے کونسا لوگ ہیں؟ پولیس کی جامع میں کافی لوگ آئے ہیں ہم نے سنے ہیں، دیکھے ہیں لوگوں سے جو سنا ہے کہ پولیس کی وردی میں کافی انہوں نے واردات کیے ہیں۔ تو اس پر۔ اور خاص کر دوسری بات یہ ہے کہ حاجی صاحب نے جو نواب صاحب کے بارے میں ایک لفظ استعمال کیا ہے تو بلوچستان اسمبلی کا ایک خاص روایات یہ رہی ہے کہ ایک دوسرے کا ہم نے عزت اور respect کیا ہے۔ تو نواب صاحب کے بارے میں جو لفظ انہوں نے کہا ہے۔

جناب اسپیکر: وہ حذف ہو گئے ہیں ناں جی۔ وہ حذف ہو گئے ہیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: اگر خود واپس لے لیں تو حاجی صاحب کے لیے بہتر ہے۔ کیونکہ یہاں پر عزت داری۔ مطلب میرا یہ مشورہ ہے کہ حاجی صاحب خود واپس لے لیں۔

جناب اسپیکر: وہ حذف ہو گئے ہیں میرے خیال میں جو چیز حذف ہو گئی اسکو دوبارہ ہم نہ چھڑیں تو بہتر ہے۔ بہر حال دونوں اراکین کو میں خوش آمدید کہتا ہوں انکا شکریہ کہ انہوں نے اپنا بائیکاٹ ختم کیا۔ جی جعفر صاحب آپ اپنی بحث کا آغاز کریں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: شکریہ جناب اسپیکر۔ یہ آج تحریک التواء میں بلوچستان کی پانچ یونیورسٹیز جو ہیں اُنکے متعلق لے آیا ہوں۔ کیونکہ اسوقت وہ مالی بحران کا شکار ہیں۔ اور اُنکے بحران اتنا شدید ہو گیا ہے کہ تنخواہیں بھی دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ اور اخباروں میں آپ نے بھی پڑھا ہوگا کہ Vice Chancellors کہتے ہیں کہ ہم لوگ ہڑتال پر جائیں گے۔ پورے ملک کا مسئلہ ہے لیکن خصوصی طور پر بلوچستان کا سب سے زیادہ مسئلہ ہے اسمیں۔ سب سے پہلے میں یہ کہوں گا کہ یہ جو انکی requirement تھی میں وہ پڑھ کر کے آپکو بتا دیتا ہوں۔ میں نے اُن سے detail لیے ہوئے ہیں۔ جو University of Balochistan کی requirement سات سو دس ملین تھی۔ HEC نے جو commitment کیا ہے 413 ملین کی ہے۔ تو دو سو ستانوے یعنی تین سو ملین کی انکی short-fall ہے۔ دوسرا یہ ہے BUITMS کا جو ہے یہ 277 Million کی requirement تھی یہ آگے جو انکو commit کیا گیا ہے کہ 154 Million اُنکے short-fall 122 Million ہے۔ اور SKBW جو یہ یونیورسٹی ہے یہ 167 Million ہے انکی commitment اُنکے ساتھ ہوئی ہے یعنی کہ آدھے سے بھی کم ملا ہے 72 Million ملا ہے۔ تو short-fall انکا 95 Million ہے۔ یہ یونیورسٹی آف لسبیلہ کی جو ہے اسکی requirement 130 Million تھی اُنکے ساتھ 102 Million commitment ہوئی ہے۔ 28 Million انکی بھی short fall ہے یعنی کہ سب سے پہلے تو انکی total requirement جو تھی 1427 Million تھی۔ اور جو انکے ساتھ commitment ہوا ہے 837 Million ہوا ہے۔ short fall جو ہے وہ 590 Million کا short fall ہے۔ یہ تو انکے allocation allocated کا difference ہے۔ یہ تو اتنی ہی انکی requirement ہے اسکے اوپر اتنی کم اُنکے ساتھ commitment ہے یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کا۔ تو یہ پورا کس طرح کریں گے؟ پھر اسمیں زیادتی یہ ہے جو 837 million کی commitment ہوئے ہیں وہ بھی نہیں release کر رہے ہیں۔ اسمیں بھی short-fall ہے۔ یہاں تک مسئلہ پہنچ چکا ہے کہ انکا problem انتہائی serious ہو گیا ہے۔ جب تک یہ میں سمجھتا ہوں کہ federal

overall government کا یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ پیسوں کی کمی ہے۔ لیکن میں گواہ ہوں جدھر انکو پیسے چاہیے ہوتے ہیں وہ پیسے دے دیتے ہیں۔ لاڈکانہ کیلئے پیسے ہیں ملتان کیلئے پیسے ہیں دوسری جگہوں کیلئے پیسے ہیں۔ لیکن جدھر ہمارا نمبر آتا ہے وہ بھی ایجوکیشن کی مد میں اُدھرا نکلے ساتھ کمی ہوتی ہے۔ اگر کمی ہے تو یہ خواری ہے تو یہ سب کے اوپر تقسیم کر دو۔ نہیں آبادی اپنے لیے خواری ہمارے لیے۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ ساتھ زیادتی ہے۔ اور وہ بھی خصوصی طور تعلیم کے مد میں۔ کس طرح پورا کریں گے؟ یعنی کہ ابھی پھر Provincial Government انکو grants دیں۔ نہیں Provincial Government کا کوئی تک نہیں بنتا ہے کہ اُس سے مانگیں۔ Provincial Government کے اپنے expenditures بہت ہیں اس طرح pending پڑے ہوئے ہیں کہ وہ پورے نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم لوگوں کو جو این ایف سی کے تحت جو پیسے ملے ہیں وہ ہم نے اپنے development پر اور اپنے تنخواہوں پر خرچ کرنے ہیں ناں کہ Federal Government کے پروجیکٹس اپنے پیسوں سے چلاتی رہیں۔ یہ مسئلہ دن بہ دن سنگین ہوتا جا رہا ہے اسمیں کبھی انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ اس کی توجہ میں چاہتا ہوں کہ اس پر توجہ دیں۔ میں صرف آپکو بتاتا ہوں ایک یونیورسٹی کا میں مثال دیتا ہوں۔ یونیورسٹی آف کیلیفورنیا sir۔ انکا endowment fund 25 بلین ڈالر ہے۔ وہ اُنکے ساتھ پڑے ہوئے ہیں۔ وہ پھر آگے اسکو انہوں نے مختلف پروجیکٹس میں لگا کر کے اُس سے جو کمائیاں آرہی ہیں یا بینکوں میں رکھوا کر کے یا حصص خرید کر کے اُسی سے یونیورسٹی چلتی ہے۔ جبکہ اڈن کا سرپلس میں سمجھتا ہوں کہ 25 بلین ڈالر ہے۔ ٹھیک ہے امیر ملک ہے۔ لیکن توجہ تو دئیے ہیں انہوں نے۔ ادھر ہم لوگوں کا ریکرنگ بجٹ نہیں ہے۔ اسکا میں سمجھتا ہوں کہ فیڈرل گورنمنٹ کو یونیورسٹیز کیلئے one time endowment fund دے دینا چاہیے۔ تاکہ آگے اسکو utilize کر کے اسکو کسی منافع بخش اُس میں لگا کر کے یونیورسٹیز اپنے پورے کر لیں۔ کیونکہ ہمارے ملک کی حالت یہ نہیں ہے کہ آپکی یونیورسٹی فیسوں سے چل سکیں۔ ٹھیک ہے ہمارے یونیورسٹیز کی اپنی income بھی ہے کافی income ہے۔ کتابوں سے، فیسوں سے، ایگزامز سے، دوسروں سے، تیسروں سے لیکن وہ میں سمجھتا ہوں جہاں تک اُنکی اخراجات ہیں اُسکے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اسوقت ہماری جو یونیورسٹیز ہیں وہ انتہائی serious حالت کا شکار ہیں۔ اُن کو توجہ دینا چاہیے تعلیم ہمارے صوبے میں actual اگر دیکھا جائے دس پرسنٹ بھی نہیں ہے۔ ملک کا ratio اسوقت چالیس پرسنٹ سے اوپر ہے۔ ہمارے صوبے کا تعلیم کا ratio 10 پرسنٹ بھی نہیں ہے۔ پھر اُس پر بھی اگر یونیورسٹیز ہی یہ نہیں چلیں گے۔ تو وہ کس طریقے سے یہ پورا کریں گے۔ پھر اس یونیورسٹیز کا جو ہے short-fall almost جو انہوں نے demand کیا ہے وہ انکا short-fall جو ہے وہ 572 بلین ہے۔ ایک وہ دوسرا جو بجٹ

allocation ہے وہ تو فوری طور پر release کر لیں۔ اسکو enhance کر کے یہ 572 ملین یونیورسٹیز کا کوئی آمدن کا ذریعہ اسوقت نہیں ہے۔ تاوقتے میں نے پہلے بھی کہا کہ Provincial government کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ فیڈرل پراجیکٹس کو چلاتے رہیں۔ لیکن چونکہ تعلیم کا مسئلہ ہے اور تعلیم ہمارے لیے سب سے زیادہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ پہلے بلوچستان اگر کسی مسائل کا شکار ہے تو سب سے بڑی وجہ ہے وہ ناخواندگی ہے اُس میں۔ اگر ہم خواندہ ہوں گے ہم پڑھ لکھ جائینگے تو ہمارے مسئلے خود بخود ہم حل کر سکیں گے۔ تو Provincial government سے ایک request ہے کہ last year بھی چیف منسٹر صاحب نے مہربانی کی تھی کوئی Two Hundred Million گرانٹ دے دی تھی انکو۔ ابھی بھی one time grant دے دیں تاکہ اس دلدل سے وہ نکل سکیں کوئی Five Hundred Million۔ حالانکہ Five Hundred Million سے اسوقت کام نہیں چلے گا۔ کیونکہ جب تک ادھر سے کچھ نہیں آئیگا۔ اور جو میں نے یہاں کا حالت دیکھا ہوا ہے کہ ہم نے جانوروں کے اوپر کے قرارداد پاس کی۔ ادھر کسی نے نوٹس نہیں لیا۔ وہ اپنے پیسے کمائی میں مصروف ہیں۔ ہماری اس قرارداد یا اس تحریک التواء کا نوٹس تو لوگوں کے علم میں آجائیگا۔ فیڈرل گورنمنٹ کے علم میں آجائیگا۔ لیکن جیتک ہمارا ادھر کوئی strong آدمی نہیں بیٹھا ہوگا جیسا سندھ کا زرداری صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ پنجاب کا پرائم منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسوقت تک شنوائی بڑی مشکل ہے۔ ہماری کمیٹی گئی تھی چیف منسٹر کی سربراہی میں انہوں نے میٹنگ اُنکے ساتھ کی ہے۔ یقین دہانی تو کچھ کروائی۔ لیکن اگر کر لیں تو مہربانی ہوگی۔ لیکن نہیں کیئے تو ہم لوگ کیا کریں گے؟ تو Provincial government سے میری یہ request ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ کا مشکل ہے کہ وہ اس پر کوئی عملدرآمد کر لیں۔ لیکن انکو ہم کہیں گے ضرور اپنے حق سے دست بردار نہیں ہونگے۔ اپنے زبان کو تالا نہیں لگائیں گے۔ اگر نہیں دیتے ہیں بھی ہم کہیں گے ضرور۔ کل تاکہ وہ لوگ جوڑ رہے ہیں وہ ہم کو یہ نہ کہیں کہ آپ لوگ نااہل ہیں۔ اسمبلی میں بات بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ نہیں اسمبلی میں ہم ضرور بات کریں گے آگے وہ دیں یا نہ دیں۔ وہ بھی وقت ثابت کریگا۔ اگر نہیں دینگے تو ملک کو نقصان پہنچے گا۔ دیکھا ہے کہ پہلے بھی ملک ٹوٹ کر کے آدھا ہو گیا۔ آگے خدا نہ کرے اگر اس طرح رویہ رکھا گیا تو پھر آگے اسکی کیا ایک ترتیب بنتی ہے۔ اسکے ماسوائے دو ہمارے ساتھ مزید برائے یونیورسٹیز کے انہوں نے commitment کیئے تھے۔ کچھ اور خضدار میں۔ بلکہ لورالائی کا بھی ہمارا مطالبہ تھا کہ لورالائی میں اس سائیڈ میں بھی ایک بنایا جائے۔ وہ دو کی تو commitment ہے۔ وہ on record ہے۔ اس اسمبلی میں ہم تعریف کر چکے ہیں اُن لوگوں کے۔ لیکن اُس کیلئے کوئی بجٹ نہیں رکھا گیا۔ اس PSDP میں فیڈرل PSDP میں۔ کل میں نے پوچھا یونیورسٹی والوں سے۔ گورنر ہاؤس جو deal کرتا ہے انکو بلا کر کے پوچھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ”کوئی commitment نہیں ہے“۔ تو

دوسری بات یہ ہے کہ جو دو یونیورسٹیز بشمول لورالائی تین۔ تین برانچز اس بلوچستان یونیورسٹیز کے ان تین اضلاع میں کھولے جائیں۔ تاکہ ہم لوگوں کا دُور دراز سے لوگ آتے ہیں سب load کوئٹہ کے اوپر آتا ہے۔ کوئٹہ میں آ کر کے، پھر جب کسی کو داخلہ نہیں ملتا ہے کوئی کہتا ہے پٹھان کو داخلہ نہیں ملتا ہے کوئی کہتا ہے بلوچ کو داخلہ نہیں ملتا ہے کوئی کہتا ہے اسکودا داخلہ نہیں ملتا ہے definitely غریبوں کے، ساتھ اسٹوڈنٹس کے ساتھ ظلم ہو رہی ہے۔ ہماری یونیورسٹیز کی intake capacity کم ہے۔ اسٹوڈنٹ کی تعداد اُس سے ڈبل ہے۔ جب تک اسکی intake capacity آپ نہیں بڑھائیں گے تو کس طرح ہوگا؟ intake capacity اس طرح بڑھ سکتی ہے کہ یہ تین مزید برانچز کھولے جائیں اس یونیورسٹی کی۔ تاکہ اُن ایریا میں اُن لوگوں کو، ایک تو مکران سے ابھی اندازہ لگاؤ ایک دن اسٹوڈنٹ روانہ ہوتا ہے اگلے دن شام کو بسوں میں پہنچتا ہے۔ اُسکی حالت کیا ہوگی؟ پھر جب چھٹی کیلئے ہوتے ہیں۔ اگر مہینے کا چھٹی نہیں ہوتا ہے تو ہفتے کے چھٹی میں تو وہ گھر بھی نہیں جاسکتے کیونکہ چار دن تو اُسکو سفر میں لگ جاتے ہیں۔ عید پر لوگ نہیں جاسکتے ہیں۔ اس وجہ سے اتنی دُور دراز علاقوں میں، آپ پنجاب دیکھ لیں almost ہر بڑے شہر میں وہاں یونیورسٹی ہے۔ سندھ دیکھ لیں almost ہر بڑے شہر میں وہاں ایک نہیں کئی کئی یونیورسٹیز ہیں۔ اچھی بات ہے۔ میں اُنکی تعریف کرتا ہوں کہ فیڈرل گورنمنٹ نے وہاں کام کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ لیکن ہمارا بھی حق بنتا ہے۔ یہ تو اویس غنی صاحب کی مہربانی ہے دو تین یونیورسٹیاں انہوں نے کھولی ہیں۔ میں اس فلور آف ہاؤس پر تعریف اُنکا کرونگا کہ اگر صوبے نے تعلیم کی مد میں کسی نے نہیں کیا اویس غنی صاحب نے نیکی کی ہے کہ IT University کھول لی ہے، لسبیلہ کی یونیورسٹی کھولی ہے اور دوسری وومن یونیورسٹی کھولی ہے۔ یہ تین یونیورسٹیاں تو انہوں نے کھولی ہیں۔ ہماری تو پہلے صرف خضدار اور انجینئرنگ یونیورسٹی تھی یا پھر کوئٹہ کی یونیورسٹی تھی۔ اُس سے تھوڑا load ہلکا ہو گیا۔۔۔ (مداخلت)۔ نہیں نہیں ہاں وہ بھٹو صاحب نے میڈیکل کالج بھی ہم کو دیا ہے۔ اور یہ یونیورسٹی بھی دی ہے۔ آپکی تقریر آئیگی آپ بھی کر لیں۔ میں تو بھٹو صاحب کی لیڈرشپ ہی کچھ اور تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم کو بھی اُسی کی بھی تقلید کرنی چائیے۔ ہاں اُسوقت ایک یونیورسٹی سے بلوچستان کی آبادی کم تھی اسکا وہ اڈھا سکتا تھا۔ دوسرا میڈیکل کالج جو وعدہ کیا ہے کہ میڈیکل کالج ہم کھولیں گے۔ وہ نہیں کھول رہے ہیں۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کے ساتھ بھی زیادتی ہے بلکہ ہمارے اسٹوڈنٹس کے ساتھ زیادتی ہے۔ ہم فیڈرل گورنمنٹ کے اُن کاموں کو ہم بالکل برملا خراج تحسین پیش کریں گے جیسے انہوں نے NFC ایوارڈ میں ہم لوگوں کو فراخ دلی سے کام کیا۔ اور اسپیشلی پنجاب گورنمنٹ کی انہوں نے اپنا حصہ کاٹ کر کے دیا۔ اور آپکے جو فیڈرل گورنمنٹ نے یہ سود جو ساڑھے سترہ ارب روپے کا سود تھا اپنے ذمہ لے لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ appreciable بات ہیں۔ دونوں sides کو دیکھنا چاہیے۔ اور یہ ابھی سبیدی جو انہوں نے دوبارہ بحال کرنے کی پرائم

منسٹر صاحب نے وعدہ کیا اسکے اوپر ہم appreciate کرتے ہیں۔ لیکن جہاں requirements ہونگے وہ ہم لے آئینگے۔ اس اسمبلی کے توسط سے لے آئینگے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسمبلی بلوچستان کی سب سے بڑا فورم یہ اسمبلی ہے۔ نہ کیبنٹ اتنا بڑا ہے نہ کوئی دوسرا فورم ہے ہمارا فورم جو ہے وہ یہ اسمبلی ہے۔ تو اس وجہ سے یہ تحریک التواء میں نے پیش کی۔ اس میں sir کچھ اور points بھی ہیں۔ ہمارے اپنے بھی ہیں۔ ایک ماڈل یونیورسٹیز ایکٹ آیا تھا۔ اُسکو پتہ نہیں چونکہ پڑھتے ہم لوگ بھی نہیں ہیں ہم بھی Legislators ہیں۔ لیکن جو کاغذ آجاتے ہیں وہ پڑھتے نہیں ہیں۔ جو Law آجاتا ہے ہم لوگ پڑھتے نہیں ہیں۔ مستثنیٰ قرار دو، مستثنیٰ ہو گیا بس۔ منظور ہو گیا۔ ہماری ٹوٹل قانون سازی آج نہیں وقت سے یہی ہے۔ ایک ماڈل یونیورسٹیز ایکٹ آیا تھا ادھر اُسکو politicise کر کے واپس کر دیا ہے۔ یہ ماڈل یونیورسٹیز ایکٹ جو ہے اُسکا یہ ہے کہ پورے ملک میں ماڈل یونیورسٹیز ایکٹ لاگو ہے۔ ایک بلوچستان میں نہیں ہے اُسکو لاگو کیا جائے۔ ایکٹ پاس کیا جائے، اسمبلی میں لایا جائے تاکہ اُسکو ہم پاس کر دیں تاکہ ملک کے ساتھ at par ہو سکیں۔ اگر ہم ماڈل یونیورسٹیز ایکٹ why we تو اُنکے ٹیچرز ہمارے پاس آسکیں گے ہمارے ٹیچرز اُنکے پاس جا سکیں گے۔ ہمارے اسٹوڈنٹس Faculties کی changes ہو سکیں گیں ایک دوسرے کے ساتھ۔ اب تو ایکٹ نہیں ہے۔ اور ایکٹ کا نقصان یہ ہے کہ IT university میں میں سمجھتا ہوں ایکٹ لاگو ہے۔ وہ بھی پورا نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے از خود کیا ہے۔ وہ دیکھ لیں It is the best University in Balochistan۔ بلوچستان کی پانچ یونیورسٹیوں میں اگر سب سے اچھی ہے وہ ماڈل یونیورسٹی ہے یا تو IT university یا Women University ہے۔ ان دونوں میں لاگو ہے۔ اُنکو کیا نقصان پہنچا ہے؟ ہم کو آکر کے ایک پروفیسرز یا لیکچرز ایسوسی ایشن یہ بتا دیتے ہیں کہ ”مت کرو یہ ایکٹ، مت لاگو کر لو۔ یہ وائس چانسلرز کو اختیار چلا جائیگا یا فیڈرل گورنمنٹ کو اختیار“۔ اگر اتنا برا چیز تھا ہم سے زیادہ پڑھے لکھے سندھ والے، پنجاب والے، پشتونخوا والے ہیں انہوں نے کیوں لاگو کیئے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں وہ ماڈل یونیورسٹیز ایکٹ لاگو کیا جائے۔ دوسرا یونیورسٹیز کے اندر Tenure Track System کے تحت ٹیچرز ہم نے employee کیئے ہیں۔ بعض ایسے subject جس میں ہم کوریگولر نہیں، جب Tenure Track Special Incentive دیا۔ sir تین لاکھ روپے monthly تک ہم ٹیچرز کو تنخواہیں دیتے ہیں۔ اُن سے کوئی اسپیشل کام نہیں لے رہے ہیں۔ وہی کام کر رہے ہیں جو ہمارے اساتذہ جو ہے 70 ہزار یا 80 ہزار روپے تنخواہ میں کام کر رہے ہیں۔ اُن سے بھی یونیورسٹیز کا پھر اپنا بھی حق بنتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وائس چانسلرز صرف ہم کو جو ہم چلے جاتے ہیں کہتے ہیں ”وہ پیسے نہیں ہیں، پیسے نہیں ہیں، پیسے نہیں ہیں“۔ مطلب اپنی ذمہ داری تو کوئی قبول ہی نہیں کرتا ہے۔ جیسے میں نے کہا کہ ماڈل یونیورسٹیز ایکٹ ہم نے اسمبلی نے پاس

کرنا ہے۔ اُس کو سپورٹ کیا گیا۔ وہ ہمارا کام ہے کہ ہم پاس کر لیں۔ لے آئیں سٹڈی کر لیں۔ جس کو اعتراض ہے وہ دلیل پیش کریں۔ کسی ایک پروفیسر یا لیکچرارز ایسوسی ایشن کے کہنے کے اوپر ہم ان Legislations کو نہ روکیں۔ تاکہ یونیورسٹی enable ہو سکیں۔ permanent قانون کے۔ اسی طرح Tenure Track System کے تحت ہم لوگوں نے سینکڑوں اساتذہ بھرتی کیئے۔ ان پانچ یونیورسٹیوں میں۔ وہ وہی کام کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں ان سے بھی کام لیا جائے۔ اُن سے شام کا کام بھی لیا جائے۔ اور نئے Faculties کو لے کے جائیں۔ ابھی تو ادھر Faculties نہیں ہیں۔ مجھ سے روزانہ درخواست ہوتا ہے کہ گول یونیورسٹی میں مجھے داخلہ دلا دو۔ کراچی یونیورسٹی میں مجھے داخلہ دلا دو۔ پشاور یونیورسٹی میں مجھے داخلہ دلا دو۔ ابھی وہ کدھر۔ وہ کہتے ہیں کہ آپکا اپنا صوبہ ہے آپ کر لیں۔ ایک پنجاب گورنمنٹ کا میں اس معاملہ میں مشکور ہوں کہ وہ آکر کے انہوں نے خود ادھر اعلان کیا ہے۔ اور ہماری کافی اسٹوڈنٹس کو وہ accommodate بھی کر رہے ہیں۔ ابھی پرسوں کے اخبار میں بھی اُن کا آیا ہے۔ کہ 200 مزید اسٹوڈنٹس کو ہم لوگ بلوچستان کے accommodate کریں گے۔ اپنے ہی اسکالرشپ۔ اور اُن چیزوں کے اُوپر اپنے ہی کالجز میں۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ دوسرے صوبوں کو بھی اس طرح کرنا چاہیے۔ خیبر پختونخواہم سے بہت زیادہ آگے ہے تعلیم میں، اُنکے ساتھ capacity ہے۔ وہ ہمارے لیے اسکالرشپس دیں۔ سندھ کے ساتھ capacity ہے، فیڈرل گورنمنٹ اسلام آباد کے ساتھ capacity ہے وہ لوگ کریں۔ تاکہ ہم لوگوں کے اسٹوڈنٹس enable ہو سکیں۔ ادھر جا کر کے پڑھیں۔ ادھر بدبختی ہماری آگئی ہے ابھی اگر یونیورسٹیز ہم مزید کھول بھی لیں لیکن بعد کیلئے تو ٹھیک ہے لیکن جو اساتذہ کے ساتھ ہم لوگوں نے رویہ رکھا ہے بلوچستان کو ہم آزاد کر رہے ہیں ٹیچر مارنے کے اُوپر۔ نہ یہ بلوچستان اس طرح آزاد ہوگا۔ ہاں ہمارے بچے جو ہیں وہ برباد ہو جائیں گے۔ برباد ہو رہے ہیں۔ نوشکی کالج میں کبھی ڈھائی ہزار اسٹوڈنٹس تھے آج 600 اسٹوڈنٹ نہیں ہیں اُنکو بھی پڑھانے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ تو ہم لوگوں نے پھر اپنے ساتھ بھی زیادتی یہ کی ہے۔ یہ تمام چیزیں جو ہیں۔ میں اس اسمبلی کے نوٹس میں لانا چاہتا جسمیں فیڈرل گورنمنٹ بھی ہے ہم لوگوں کے اپنی پولیٹیکل تحریکیں بھی ہیں۔ ہماری یونیورسٹیز کا بھی جو قصور ہے اور ہم لوگوں کا اپنی اسمبلی کا جو قصور ہے م۔ یں on record لانا چاہتا تھا یہ تمام چیزیں۔ ایک appointment procedure ہے۔ آپ روزانہ اخباروں میں آپ دیکھ رہے ہونگے۔ جو بھی وائس چانسلر آجاتا ہے وہ چھتے کا چھتہ ہی بھرتی کر لیتا ہے۔ تمام رشتے داروں کو بھرتی کر لیتا ہے۔ appointment procedure - laid down procedure Universities کا ہے کیوں اُسکو violate کیا جاتا ہے؟ اُس laid down procedure جیسے پبلک سروس کمیشن کا ہے۔ اسی طرح exactly یہ ہر یونیورسٹی کا اپنا appointment procedure، laid

down procedure ہے۔ میں سمجھتا ہوں اسکے اوپر پابندی ہونی چاہیے، direct appointment کے اوپر۔ یا پھر ذیلی کمیٹیوں کے ذریعے رشتے داروں کو نوازنا۔ جس کی وجہ سے ہماری ایڈمنسٹریشن کے جو اخراجات ہیں جناب اسپیکر تین گنا ہو گئے ہیں۔ فیڈرل گورنمنٹ کو تو ہم چیتے ہیں کہ آپ پیسے نہیں دیتے ہیں۔ لیکن اپنے طور پر بھی ہم کنٹرول نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم لوگ کنٹرول نہیں کرتے۔ کیوں آپ لوگ apoinment چھوڑ رہے ہیں؟ کیوں ہم لوگ apoinment چھوڑ رہے ہیں؟ کیا وہ اُنکے باپ کے پیسے ہیں کہ وہ اپنے رشتے داروں کو اسمیں تنخواہیں دیں بس جو آگیا فلاناں پولیٹیکل پارٹی ایک آگیا بلیک میلنگ کرتے ہیں کہ ”میرے اتنے آدمی لگانے ہیں“۔ وہ لگا دیتے ہیں۔ پھر دوسرا پولیٹیکل پارٹی جاتا ہے بلیک میلنگ کرتا ہے کہ ”میرے اتنے آدمی لگا دیں“۔ وہ لگا دیتے ہیں۔ نہیں ایک بار قانون لاگو کر لیں پھر کوئی اسکی violation نہیں کریں گے۔ جب وہ اپنے لیے violation کرتے ہیں وائس چانسلر۔ اور یونیورسٹی کے سینئر لوگ۔ اپنے لوگوں کو بھرتی کرتے ہیں۔ اُسکے اوپر پھر پولیٹیکل پارٹی کو بھی موقع ملتا ہے کہ بھی آپ ٹھیک ہے violation کر رہے ہیں اپنے لیے۔ ہمارے لیے بھی یہ کر لیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ادھر وائس چانسلرز ٹرانسفر ہوئے ہیں اس بنیاد پر۔ اُنکا جو laid down procedure ہے اُسکو کسی بھی طرح violate نہ کیا جائے۔ اور اس اسمبلی کے through میرا یہ مطالبہ ہے گورنر صاحب سے بھی اور آگے قرارداد کی شکل میں بھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم کو لانا چاہیے کہ جو اس طرح کے rules کی خلاف ورزی میں appointments ہوئے ہیں وہ سب کینسل کر دیئے جائیں۔ جب تک یہ صحیح نہیں ہوگا۔ جب یہ پیسے آئیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ نئے ڈیپارٹمنٹس بھی کھول لیں گے۔ اور مزید طلبہ کو ہم اسمیں accommodate بھی کر لیں گے اور ہماری Faculty Sharing بھی ہو جائیگی ماڈل یونیورسٹی ایکٹ جو ہوتا ہے Faculty Sharing جو ہوتی ہے ایک یونیورسٹی کا دوسرا یونیورسٹی کیساتھ۔ یعنی کہ ہمارے اسٹوڈنٹس ادھر جا سکیں گے اُنکے اسٹوڈنٹس ادھر آ سکیں گے۔ ہمارے ٹیچرز ادھر جا سکیں گے اُنکے ٹیچرز ادھر آ سکیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کافی بول لیا میرے دوسرے معزز دوست ہیں۔ وہ مجھ سے زیادہ پڑھے لکھے بھی ہیں اُنکے بھی تجاویز آئیں گے۔ آخر میں میری ایک تجویز یہ ہے کہ Provincial Assembly اسمبلی اس تحریک التواء کو دو قراردادوں میں تبدیل کر دیں۔ ایک قرارداد یہ ہو کہ فیڈرل گورنمنٹ سے کہیں کہ ہماری یہ جو short-fall ہے اسکو بھی پورا کر لیں اور جو committed released amount ہے اسکو بھی release کر لیں۔ ایک Government Provincial سے ہم لوگ یہ request کریں گے through قرارداد کے Grant one-time اُنکو 50 کروڑ روپے دیئے جائیں۔ تاکہ Universities enable ہو سکیں کہ چل سکیں۔ کیونکہ پیسے تو ہمارے ساتھ ہیں ویسے ہم جعلی کے اوپر وہ خرچ کر رہے ہیں۔ آپکو پتہ ہے۔ کاغذی اسکیموں پر ادھر

اربول روپے خرچ ہو رہا ہے اس سے بہتر ہے۔

جناب اسپیکر: مجھے پتہ نہیں ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: ہاں؟

جناب اسپیکر: مجھے پتہ نہیں ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: نہیں نہیں آپکو پتہ ہے۔ آپ سب سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ کیونکہ اُنکے جواب سب سے

پہلے اسمبلی میں آپکے پاس آتے ہیں آپ بھی پڑھتے ہیں اُنکی detail۔ کیونکہ اسمبلی والے تو لائبریری میں جا کر نہیں پڑھتے

ہیں۔ بجائے اس طرح جعلی اسکیموں کے، یہ اچھا ہے کہ ہم اپنی یونیورسٹیز کو بحران سے نکال لیں۔ ایک Provincial

Government سے ہماری یہ ایک request ہے کہ one-time وہ grant دے دیں۔ یہ چیزیں تھیں آپکے علم

میں لانے کیلئے۔ اور اس اسمبلی سے۔ آپ سے میری ہے یہ کہ یونیورسٹیز کیساتھ آپ کریں کہ وہ Legislation جو ہے وہ

آپکے پاس بھجوادیں through proper forum تاکہ آپ اسمبلی میں پیش کر کے اسکو پاس کر سکیں۔ تاکہ انکو ایک

مستقل قانون مل جائے۔ That's all۔

جناب اسپیکر: پیر عبدالقادر گیلانی۔

پیر عبدالقادر گیلانی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔ جعفر خان مندوخیل یہ تحریک التواء جو اُس دن

منظور ہوئی آج اس پر بحث ہو رہی ہے دو گھنٹے کی ہے۔ انتہائی ایک اہم تحریک ہے۔ اور اسے قرارداد کی شکل دے کر آگے ہمیں

پیش کرنا چاہئے۔ اور اسے منظور کرنا چاہئے۔ میں اسکی پوری طرح support کرتا ہوں۔ جناب اسپیکر تعلیم اور اعلیٰ تعلیم یہ دو

ایسے سیکٹرز ہیں کہ ان میں پرائمری تعلیم اور ہائی سکول لیول کی تعلیم جو کہ ایک بنیاد ہے اُسکے اوپر توجہ دیتے ہیں سب پیسے دیتے

ہیں۔ سب اس پر زور دیتے ہیں۔ انٹرنیشنل ڈونرز سے لے کر سارے ایشین ڈیولپمنٹ بینک ورلڈ بینک جتنے بھی ہیں وہ آپ کو

پرائمری سکولز اور دوسروں کے لیے تعلیم کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ جس سے آپ لیٹر بی لیول جو ہے وہ کچھ بڑھ سکتا ہے۔

لیکن آج جو ہمارا سسٹم چل رہا ہے جس کے اندر ایک نوکریوں کیلئے ہر چیز کیلئے ایک میرٹ مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور میرٹ کے

مطابق جتنا زیادہ تعلیم ہوگا اپیشل لازڈ ہوئے ٹیکنیکل ہوئے ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ سے نکلے ہوئے انجینئرنگ یونیورسٹیز سے

میڈیکل کالج سے آپکی یونیورسٹی سے جو اعلیٰ تعلیم ہے اُس پر۔ پہلے پورے بلوچستان میں ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے اپنے

دور میں دو کالج ایک کالج ایک یونیورسٹی دی اسکے بعد سے کچھ نہیں ہوا۔ جو چھلا جسطرح جعفر مندوخیل صاحب نے بھی کہا کہ

اولس غنی صاحب نے خود ایک step لیا انکا اپنا تین یونیورسٹیز ہمارے لئے قائم کیں۔ جس سے ہمارے کافی problems

حل ہوئے۔ لیکن یہ پانچ یونیورسٹیاں بلوچستان کیلئے کافی نہیں ہیں۔ دُور دراز علاقے چاہے ژوب ہو چاہے مکران ہو چاہے کسی اور چاغی کے علاقے میں آپ چلے جائیں ان کیلئے سٹوڈنٹس کیلئے اگر ہم اعلیٰ تعلیم کے راستے بند کرینگے تو ہم کس طرح کوٹہ سسٹم ختم کر کے اور ہم میرٹ کے اوپر کے compete کر کے فیڈرل jobs میں، دوسرے fields میں ہم جاسکتے ہیں۔ ہم کبھی نہیں جاسکتے ہیں۔ اس سے صرف اور صرف یہ فیڈرل کی کٹوتی ہوئی ہے۔ یہ سارے figures جعفر صاحب نے بتائے ہیں۔ میں نے بھی نوٹ کئے ہیں سارے۔ جو figures ہیں اسکی کٹوتی سے صرف اور صرف نقصان بلوچستان کے سٹوڈنٹس کا ہے۔ اور فائدہ پرائیویٹ یونیورسٹیز کا ہے۔ ہر جگہ، پرائیویٹ یونیورسٹیز بہت اچھا کام کر رہی ہیں۔ لیکن کتنے سٹوڈنٹس، تین تین لاکھ روپے یا ایک ایک لاکھ روپے per semester کے تین مہینے کے afford کر سکتے ہیں کہ وہ پرائیویٹ یونیورسٹیز میں جا کر تعلیم حاصل کریں۔ کتنے سٹوڈنٹس یہ afford کر سکتے ہیں؟ کہ وہ پرائیویٹ یونیورسٹیز میں تو ہم سکالرشپ دیکر کسی کو نہیں بھجواتے ہیں۔ کتنے سٹوڈنٹس afford کر سکتے ہیں کہ وہ جا کر پنجاب، سندھ یا خیبر پختونخوا میں جا کر تعلیم حاصل کر سکیں؟ جب ہمارا ایک پسماندہ ترین صوبہ جسمیں پسماندہ ترین علاقوں کے سٹوڈنٹس جنہیں اب جا کر کہیں پر ہم تمام ممبران یہاں پر موجود ہم سے پہلی اسمبلیوں کے ممبران پرائمری سکول قائم کر دیں اپنے مڈل سکولز کو ہائی درجے پر لاتے ہیں ہم انٹر کالجز بناتے ہیں سب کچھ بناتے ہیں جو ہمارے بس میں ہیں۔ لیکن جو فیڈرل کی بات آتی ہے یونیورسٹیز کی بات آتی ہے تو وہاں پر اگر نئی یونیورسٹیز قائم نہیں کئے جاسکتے ہیں انکے کیپس وہاں پر بنائے جاسکتے ہیں۔ اور اسکے انڈر بلوچستان یونیورسٹی کے انڈرانجینئرنگ یونیورسٹی خضدار کے انڈر مختلف جگہوں پر کیپس بنادیئے جائیں اور وہاں پر کلاسز شروع کر دی جائیں۔ اس سے ہمارے صوبے کی اگر تعلیم کو، اس وقت خیبر پختونخوا پاکستان کا سب سے زیادہ تعلیم یافتہ صوبہ ہے۔ تعلیم کے اوپر انہوں نے توجہ دی۔ ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ جب بھی ہمارا کوئی مسئلہ ہوتا ہے، جب بھی حکومت کے ساتھ، پنجاب کے ساتھ کسی آپریشن کے خلاف کسی چیز میں بھی آتا ہے سب سے پہلے ٹارگٹ بنتے ہیں ہمارے اساتذہ۔ اور اساتذہ کا جس معاشرے کے اندر عزت نہ ہو یا استاد کو تحفظ حاصل نہ ہو اس معاشرے کو، اسکا مستقبل جو ہے وہ تاریک ہو جاتا ہے۔ آج ویسے ہی ہمارے یونیورسٹیز آپکے منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، آپ اُن سے پوچھ سکتے ہیں ایک مرتبہ میری اُن سے ڈسکشن ہوئی تھی آدھے سے زیادہ آپکے اساتذہ، وہ یونیورسٹیوں میں آنے کو تیار نہیں ہیں۔ کس وجہ سے؟ سیکورٹی کی وجہ سے۔ پروفیسرز کو قتل کیا جاتا ہے۔ آپکے لیکچرز کو مارا جاتا ہے قتل کیا جاتا ہے آپکے استادوں کو ٹیچرز کو مارا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے اگر ہم اپنے استادوں کے، اگر ہم اُنکا، ایک وجہ تو اُس وجہ سے نہیں آرہے ہیں تمام چھوڑ کر بلوچستان جانا چاہتے ہیں۔ لیکن ساتھ میں اگر یہ فنانشل مسئلہ بھی آجاتا ہے تو اُس سے ہماری پانچوں یونیورسٹیاں بند ہو جائیں گیں۔ ہمارے پانچوں یونیورسٹیاں ہی نہیں بلکہ ہمارے

صوبے کے انڈر چلنے والے تمام کالجز بند ہو جائیں گے۔ اگر ہم اپنے تعلیم کو، اپنے مستقبل کو، اپنے آئیوالی نسل کو اگر ہم ایک روشن مستقبل دینا چاہتے ہیں تو ہمیں تعلیم کے اوپر توجہ دینی چاہئے۔ اُستاد کے ادب کے طور پر نبی کریم ﷺ نے ایک عیسائی ایک بات پوچھی۔ اور اُس سوال کا جواب اُس نے دیا۔ اور حضور ﷺ کچھ سیکھایا۔ جب وہ عیسائی آتا تھا محفل میں تو نبی ﷺ اُس کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے ادب کیلئے کہ اُنہوں نے اُس سے ایک بات سیکھی تھی۔ ہم اپنے اساتذہ کے اس معاملے کو بھی ہم توجہ دیں کہ ہمیں اپنے ہمارے جو مقاصد بھی ہیں جو مقاصد کچھ بھی ہیں لیکن کسی استاد کے یا کسی جگہ نامائی کے مارے جانے سے ہمیں اگر اپنا ہمارا مقصد حل ہوتا ہے تو وہ اور بات ہے لیکن اگر اس سے ہمارے ہی سٹوڈنٹس کو، ہمارے ہی بلوچ، پٹھان بچوں کا مستقبل اگر تباہ ہوتا ہے تو ہمیں اسکے اوپر سوچنا چاہئے۔ ساتھ میں جناب اسپیکر فیڈرل سے جو تحریک میں پیش کیا گیا ہے کہ ہم ایک مزید تحریک پیش کریں گے اور اسے تحریک کی شکل دی جائے کہ ہمیں مزید فنڈز بھی دیئے جائیں۔ اور جو allocated budget ہے اُسے فوراً release کیا جائے plus ہمارے دُور دراز علاقوں کیلئے کوئی پلان بنایا جائے۔ جس میں ہمیں مزید Universities دی جائیں اور اُن یونیورسٹیز کے اندر بھی جس طرح سے ایک نظام قانون کے مطابق ہر چیز اگر قانون کے مطابق and according to the book ہو تو اُس میں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ جس ممبر مندوخیل صاحب نے جو appointments کی بات کی۔ وہ appointments کی بات اگر as per rule ہو as per book ہو تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ چاہے وہ لسبیلہ یونیورسٹی کا ہو چاہے وہ کوئٹہ کے بلوچستان یونیورسٹی کا ہو چاہے انجینئرنگ کالج کا ہو۔ اگر ایک سیاستدان اس بات پر بدنام ہوتا ہے کہ وہ اپنے قریب کے لوگوں کو، اپنے حلقے کے لوگوں کو نوکری دیتا ہے اور اسکے اوپر میڈیا میں اُچھالا جاتا ہے اور ہر فورم پر اُسے جو ہے ناں ٹارگٹ بنایا جاتا ہے۔ آج کے آگے کے پکے پرائم منسٹر پاکستان انہوں نے جیل کس بات پر گزاری۔ کہ انہوں نے کچھ نوکریاں دیں۔ جب وہ اسپیکر تھے۔ انہوں نے کچھ نوکریاں دیں اُسکے اوپر انہوں نے جیل گزاری۔ کیا یہ ایسا کام ہے کہ اسکے اوپر جیل گزاری جائے؟ چلیں ایک آدمی کے پانچ نمبر زیادہ تھے، ایک کے پانچ کم تھے، نوکری دی تو پاکستانی ہی کو دی کسی کو۔ اپنے لئے تو کوئی کرپشن نہیں کیا۔ مسئلہ یہ ہے اسکے اندر اگر uniformity آجائے۔ اور اُسکے rules properly implement ہوں تو اسکے اندر کسی کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہوگا۔ اور میرٹ کے اوپر اور as per rules جو کچھ ہوگا اس میں آسکتے ہیں۔ ماڈل یونیورسٹیز ایکٹ کے بارے میں، مجھے یاد ہے جب وہ آیا تھا لیکن یہاں پر میرے خیال میں ہمارے کسی ایک پارٹی کو اس پر اعتراض تھا۔ اور انہوں نے جو پھر ہے ناں اسے defer کروا دیا تھا reject میرے خیال میں پوری طرح نہیں ہوا تھا defer ہوا تھا۔ بعد میں کہاں گیا؟ اس کا پتہ نہیں ہے۔ لیکن ایک proper forum سے اگر اُن سے دوبارہ یونیورسٹیز سے اُس ایکٹ کو دوبارہ منگوا لیا جائے اور اُس پر غور کیا

جائے کمیٹی ٹھیک ہیں ہماری موجود نہیں ہیں لیکن آپ ایک اسپیشل کمیٹی اسکے اوپر، جس طرح مختلف ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب بنادیں آپ بنادیں۔ ایک اسپیشل کمیٹی چار پانچ لوگوں کی form کر دیں جس تفصیلاً وہ discuss کر لیں، دیکھ لیں جو ہمارے Lecturers کے یا ہمارے پروفیسرز کے انکے خدشات ہیں انکی بات بھی سن لی جائے۔ اُسکے بعد ایک رپورٹ آجائے اُس رپورٹ کے مطابق ہمارے تمام ممبران کو بھی فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ جناب اسپیکر! جتنے فیڈرل گورنمنٹ اٹھا رہی ہیں ترمیم میں این ایف سی ایوارڈ میں جو کچھ انہوں نے کیا ہے اسکو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ لیکن ہمارے پاس آج سے کوئی سات سال پہلے واٹر ریورسز کی کالا باغ ڈیم کے بارے میں ایک کمیٹی بنی تھی۔ اور اُس کمیٹی کے اندر جب ہم بلوچستان میں آئے تو بلوچستان میں بتایا گیا کہ بلوچستان کو جو پانی کا حصہ ملا ہے ارسا کے انڈر، بلوچستان کو وہ پورا پانی ملتا ہی نہیں ہے۔ تب جو ارسا کے نمائندے تھے انہوں نے وہاں پر یہ کہا تھا کہ جی بلوچستان وہ پانی لینے کے قابل ہی نہیں ہے۔ کیونکہ بلوچستان کے پاس اتنا بڑا کینال سسٹم ہے ہی نہیں کہ وہ اپنے پانچ فیصد یا ساڑھے پانچ فیصد جو پانی کا حصہ ہے اُسے پوری طرح لیں۔ تب وہاں پر بھی اُس فورم پر بھی قومی اسمبلی میں بھی ہم نے یہی کہا تھا کہ جی آپ یہ بتائیں کہ یہ کینالز جو بن رہے ہیں یا بنے ہیں تمام صوبوں میں انہیں صوبوں نے فنڈ کیا ہے یا فیڈرل نے فنڈ کیا ہے؟ تب پتہ چلا کہ سب کو فیڈرل گورنمنٹ نے فنڈ کیا تھا۔ ہم نے کہا کہ جی یہ تو فیڈرل گورنمنٹ کی ہمارے ساتھ نا انصافی ہے کہ ہمیں اتنا structure بھی نہیں دیا گیا کہ ہم جو ہیں جتنا اپنے حصے کا پانی ہے ڈیموں سے آتا ہے دریاؤں سے آتا ہے ہم اسے ہی لے سکیں۔ پھر کچھی کینال والا جو سسٹم آیا اُس سے ہماری تھوڑی ratio بڑھ گئی۔ جناب اسپیکر! کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر پنجاب میں، خیبر پختونخوا میں، سندھ میں یونیورسٹیز ہر بڑے شہر میں، ہر ضلع کے لیول کے اوپر یا ڈویژن کے لیول پر موجود ہیں تو یہ انکی قابلیت نہیں یا ہماری نالائق نہیں ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے بلکہ۔۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: پیر صاحب ایک منٹ۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: جی۔

جناب اسپیکر: میر چنگیز خان جمالی صاحب ہمارے ممبر، قومی اسمبلی، گیلری میں ہماری کارروائی دیکھ رہے ہیں۔ میں انہیں اسمبلی میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ جی پیر صاحب۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: جناب اسپیکر! یہ انکی کوئی قابلیت نہیں کہ صوبے کی قابلیت یا ہماری نالائق نہیں کہ ہمارے پاس یونیورسٹیاں نہیں ہیں۔ صرف وجہ یہ ہے کہ جو انکے ہمیشہ حکومتوں میں خیبر پختونخوا سے صدر آئے، پنجاب سے آپ کے صدر، وزیر اعظم، سندھ سے وزیر اعظم آئے اب صدر صاحب بیٹھے ہیں۔ ہمارے بلوچستان کے جمالی صاحب آئے 18 مہینے کیلئے

18 مہینے میں کتنی یونیورسٹیاں بن سکتی ہیں؟ یہ ہم نہیں کہہ سکتے ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ initiative فیڈرل نے لینا ہے۔ اگر فیڈرل نے یہ ارادہ کر لیا ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ کا یہ ارادہ ہے کہ ہمیں ہمارے حقوق دیئے جائیں تو اسی uniformity کے ساتھ، ہمارے بلوچستان کے اعلیٰ تعلیم کیلئے اور یہ جو فیڈرل کے ڈیپارٹمنٹس ہیں ان سب میں ہمیں ہمارا share دیا جائے۔ اور ہمارے لوگوں کو اس تاریکی سے بچایا جائے جو ایک جہالت کی تاریکی ہے۔ ہمیں اعلیٰ تعلیم کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ کون سا ایسا سٹوڈنٹ ہے جو میٹرک پاس کرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں جا کر چپڑاسی کی نوکری کروں۔ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرے اور کسی اچھے جگہ پر لگے، مواقع آئیں۔ آپکے جتنے پالیٹیکنیک کالجز، پالیٹیکنیک انسٹی ٹیوٹس، یونیورسٹیز ٹیکنیکل کالجز جتنے بھی ہیں یہ سب ہمارے لئے آپکا میرا حلقہ لسبیلہ کے اندر اس وقت بلوچستان کی 90% انڈسٹریز وہاں پر ہیں۔ لیکن وہاں پر 20% سے بھی کم لوگ ہمارے لوکل ہیں۔ وہ سب کیا کہتے ہیں کہ ”جی آپکے ٹیکنیکل ٹرینڈ نہیں ہیں آپکے لوگ، اسلئے ہم کراچی سے لاتے ہیں دوسروں جگہوں سے نوکریوں کے لئے لوگوں کو لاتے ہیں تاکہ وہ ٹیکنیکل ہوں“۔ ہمارے جو ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹس اگر ہمارے بچوں کو ہمارے نوجوانوں کو ان چیزوں کی ٹریننگ دے دیں۔ کیوں نہیں آسکتے ہیں؟ گوادر پورٹ آج آپ کا بن رہا ہے اسمیں نوکریوں کے اندر اس حد تک آیا آخر میں کہ جی آپکے پاس تو لوگ ہی نہیں ہیں جو وہ نوکریں پوری کر سکیں۔ اگر ہم اسکی تیاریاں کریں۔ ہم اپنے ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹس کو فعال بنائیں۔ وہاں سے ایسے فیلڈز میں لوگ نکالیں جو ہمارے بلوچستان کے اندر ہی ہمارے ٹیکنیکل ڈیپارٹمنٹس میں کھپ سکیں۔ سینڈک کا آپکا پروجیکٹ ہے۔ آپکے بہت سارے ایسے پروجیکٹس آرہے ہیں future کے اندر جو ہمارا مستقبل سنوار سکتے ہیں۔ اور اگر ہم باہر سے جس طرح جعفر صاحب نے کہا تین تین لاکھ روپے تنخواہ کے اوپر لوگوں کو رکھا جا رہا ہے on contract basis, on different basis. اسلئے بدلے میں اگر ہمارے اپنے لوگوں کو وہ روزگار مل جائے تو وہ میرے خیال میں کافی ہوگا۔ یہ اسکے اوپر تمام ساتھیوں سے یہ گزارش ہے اور اسکو ایک قرارداد کی شکل دی جائے تو بہت اچھی بات ہوگی۔

Thank you very much جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: سردار اسلم بزنجو صاحب۔

سردار محمد اسلم بزنجو (وزیر آبپاشی و برقیات): شکر یہ جناب اسپیکر! جعفر خان مندوخیل صاحب نے جو تحریک التواء پیش کی تھی وہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اور اس نے اسکے متعلق جامع اپنی تقریر میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جسکے متعلق ہم بات کر سکیں۔ اس نے سارے جو اسکی افادیت تھی اور اسکے جو حل طلب مسائل تھے سب پر اس نے ایک جامع تقریر کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف جعفر خان کی آواز نہیں تھی بلکہ اس اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہمارے جتنے بھی معزز اراکین بیٹھے ہوئے ہیں

ہم سب کا یہی مطالبہ تھا کہ جو یونیورسٹی جو بلوچستان میں جو پانچ یونیورسٹیاں ہیں اگر ان کا یہ حال ہے اگر یہ بند ہونے کو جا رہے ہیں یقیناً اُنکو تنخواہ نہیں ہونگے وہ کب تک چلیں گے؟۔ یقیناً یہ بند ہو جائینگے۔ یہ بہت بڑا المیہ ہوگا۔ تو ہم صوبائی حکومت سے خصوصاً جو یونیورسٹی کا چانسلر ہے گورنر صاحب ہم اُن سے بھی request کرتے ہیں کہ وہ کم از کم وہاں جا کے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بات کریں۔ کہ بھئی کیا ہو رہا ہے بلوچستان کے ساتھ؟۔ میں یونیورسٹی کا وائس چانسلر ہوں میری یونیورسٹی بند ہو رہی ہے آپ کیوں پیسے نہیں دے رہے ہیں؟ یقیناً جب یہ گورنمنٹ ایک طویل مارشل لاء کے بعد ایک مشرف کے آمریت کے بعد، جب یہاں الیکشن ہوئے۔ مرکز میں یا صوبوں میں حکومتیں معرض وجود میں آئیں تو بلوچستان کے عوام کو یہ توقع تھی کہ موجودہ حکومت جس کا سربراہ صدر آصف زرداری صاحب ہیں۔ کافی عرصہ وہ جیل کی صحبتیں اُس نے برداشت کی ہیں۔ بیوی کی شہادت ہوئی ہیں۔ جیسا ہمارے بھائی صادق صاحب نے بولا کہ کارساز میں 180 آدمی آج کے دن 18 تاریخ کو شہید ہوئیں۔ تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ جب حکومت میں آئیگی تو یقیناً ہمارے بلوچستان کے، جو ہمارے مسائل ہیں، کم از کم وہ اُنکو حل کریں گے۔ میں نہیں کہتا ہوں کہ اُنکی نیتیں خراب ہیں۔ بعض جگہ جب ہم میٹنگوں پر جاتے ہیں President کے ساتھ یا وزیراعظم کے ساتھ وہ آرڈر کرتے ہیں۔ جیسا ہمارے بجلی کا مسئلہ تھا وزیراعظم صاحب نے اُسوقت بولا کہ جی بلوچستان کی جو سبسیڈی ہے ہم وہ ختم نہیں کریں گے اسکو بحال کریں گے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو اسلام آباد کی جو بیورو کریسی ہے جو وہاں جو بیورو کریٹ بیٹھی ہوئی ہیں۔ کیونکہ وہاں بلوچستان کی کوئی نمائندہ گی نہیں ہے۔ اگر، بعض ایسے آفیسروں کو بیٹھے ہیں بیورو کریسی میں، جو ہمیں پتا چلا ہے وہ ہمارے کوٹہ سے وہاں گئے ہیں۔ اور وہ بلوچستان کے سب سے بڑے دشمن وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب بھی بلوچستان کا کوئی مسئلہ جاتا ہے چاہے NHA کے حوالے سے جائے، چاہے بجلی کے حوالے سے جائے، چاہے جیسا آپ نے بتایا یونیورسٹی کے حوالے سے جائے یا واٹر سیکٹر کے حوالے سے جائے، جو بھی جائے وہ سمجھتے ہیں کہ جی بلوچستان میں جو ہم پیسے دینگے۔ یہ پتا نہیں پیسے کیا لوٹ مار کر کے یہ پیسے کھا رہے ہیں۔ کوئی کام نہیں ہوتا ہے۔ ہم اُنکو بولتے ہیں کہ بابا تم آ جاؤ تم یہاں دیکھو۔ ایک وہاں ایک اُنہوں نے ذہن بنایا ہے اسلام آباد میں کہ بلوچستان حکومت کو یا بلوچستان کو جو پیسے دیے جاتے ہیں وہ کم از کم صحیح معنوں میں خرچ نہیں ہوتے ہیں۔ اس چیز کو کرنے کیلئے ہم نے وہاں بولا کہ جی آپ لوگ کم از کم ایک کمیٹی بنائیں اسلام آباد سے۔ وہ آئیں ہم اسکی میزبانی کرنے کیلئے تیار ہیں۔ کوئی بھی فنڈز جو فنڈز لے گا ہے اگر بلوچستان میں وہ استعمال ہوا ہے غلط سے طریقے سے۔ وہ آ کے اسکو دیکھ لیں۔ ہم اُنکو سیکورٹی دینگے۔ ہم اُنکو مہمان بنا دینگے۔ ہم اُنکو گاڑیاں دینگے۔ وہ آ کے یہاں وہ آنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ لیکن وہاں بیٹھ کر جہاں سے بلوچستان کیلئے کوئی فنڈز ریلیز ہوتا ہے وہاں سے وہ ٹانگ اُڑاتے ہیں۔ اور جس کے اثرات اسوقت بلوچستان میں ہم پر آ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے

ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب، ایک باقاعدہ ایک کمیٹی بنائیں۔ اور فیڈرل کے وہ نمائندے وہ جو وہاں بیٹھے ہیں چاہے وہ سیاستدان ہیں یا بیوروکریٹ ہیں انکی ایک ٹیم کو کم از کم بلوچستان بلا کر جو فیڈرل پراجیکٹ ہیں انکو کم از کم دکھادیں کہ بھی آپکے یہ پیسے ہیں یہ آپکے اسکیمات ہیں۔ ابھی NHA کی بات میں کر رہا ہوں۔ NHA ہمارا تو مسئلہ نہیں ہے بلوچستان کا۔ NHA فیڈرل کا ہے۔ ٹھیکہ مشرف کے زمانے میں ہوئی ہے۔ حسنین کمپنی کو ٹھیکے دیئے گئے ہیں۔ وہ بھاگ گیا مر گیا جو بھی ہو گیا ہے۔ ابھی تک انہوں نے کیا کیا حسنین صاحب نے قلات سے لیکر چمن تک سارا روڈز کو بلڈوزر لگا دیا۔ جہاں earth-work کا کام تھا وہ سارا اُس نے complete کیا۔ پیسے سب وہ لے گیا۔ ابھی آگیا بلیک ٹاپ کا کام۔ کہتا ہے ”اُسی ریٹ پر کوئی ٹھیکیدار کرے“۔ کون کریگا؟ SKB کریگا ZKB کریگا کون کریگا؟۔ کوئی نہیں کریگا۔ اور یہ پیسے جو ابھی انہوں نے announce کیئے ہیں کہ ایک ڈیڑھ ارب روپے دینگے یہ پیسے آجائیں اگر اُسی ریٹ پر بولا کام کرو گے بلوچستان کا کوئی ٹھیکیدار کام نہیں کریگا۔ اگر بلوچستان کے ٹھیکیدار کام نہیں کریں گے تو باہر کا ٹھیکیدار کوئی اسکو بنا کر بھی نہیں۔ تو ایسے مسئلے انہوں نے الجھادیئے ہیں انہوں نے بلوچستان کو، ہر لحاظ سے۔ بجلی کا مسئلہ ہے ایک لائن ہے ہمارا جو وہاں سے آتا ہے روز اُس پر کوئی تخریب کاری ہوتی ہے۔ ہوا کے جھونکے سے وہ کھجے گر جاتے ہیں۔ بارش ہوتی ہے تار ٹوٹ جاتے ہیں۔ ایک ایک مہینے تک بجلی غائب۔ آپ بولیں یہ زمیندار کہاں سے بل دے دیں؟ جب اُنکے باغات، اُنکے فصلات کوئی چیز نہیں چجتا ہے۔ ہم فریاد کرتے ہیں کہ صاحب ایک دولائن اور دے دو۔ خضدار دادو ٹرانسمیشن لائن ہے۔ لورالائی والا ٹرانسمیشن لائن ہے۔ کم از کم ایک دو۔ لیکن اُس پر کوئی توجہ نہیں دیتا اور بات کرتے ہیں کہ بلوچستان والے بل نہیں دیتے۔ جب آپ اُدھر جاتے ہیں بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ”جی آپ لوگ بل نہیں دیتے ہیں“۔ ارے بھائی! بل ہم کس چیز کا دے دیں؟ آپ ہمیں بجلی دے دیں۔ گلے میں ہمارا پکڑیں کہ ”بھئی بل دے دو“۔ ہم بل دینے کیلئے تیار ہیں۔ جب بجلی نہیں ہوتا۔ سال میں دو، چار سال ہم اُدھار کر کے کمیشن ایجنٹ سے پیسے لیکے زمیندار وہاں کی فصل بوائی کرتے ہیں۔ اور عین فصل تیار ہونے سے ایک مہینے پہلے بجلی ختم۔ ایک مہینہ بجلی نہیں ہوتا۔ تو فصل گیا۔ زمیندار وہاں اُدھار دیں دیں یا آپکو بل دے دیں۔ لیکن اُس پر کوئی توجہ نہیں دے دیتے کہ بھئی یہ کیا بول رہے ہیں؟ ہماری باتوں کو کوئی نہیں سنتا کہ جی اگر ہم دولائن دے دیں۔ ایک میں کوئی defect ہوتا ہے دوسرے سے کم از کم پھر بجلی آئیگا۔ وہ چیز نہیں ہے۔ روڈوں کا یہ حال ہے۔ گوادر پورٹ بنا دیا، اربوں روپے خرچ ہوا۔ دنیا کی ٹیلیویژنوں میں جی گوادر پورٹ۔ ابھی گوادر پورٹ تو آپ نے بنا دیا۔ اربوں روپے تو آپ نے خرچ کئے۔ اُس میں روڈ نہیں ہیں۔ مال آئیگا کہاں سے جائے گا؟ ایک روڈ آپ نے ایک پٹی بنا دیا ہے، ساحلی پٹی وہ میرے خیال میں چھوٹی گاڑی کیلئے اُس کیلئے نہیں ہے گاڑی یا ٹرک یا ٹرالر اُس پر چلے۔ وہ گوادر پورٹ نہیں کریگا

function - اور جب تک گوادر پورٹ function نہیں کریگا وہ نہیں چلے گا، میں کہتا ہوں کراچی میں یہ ہمیشہ بلیک میٹنگ کم از کم پاکستان میں ہوگی۔ ایک اور پورٹ بنادو پھر دیکھو کراچی میں امن ہوگا یا نہیں ہوگا۔ ابھی کراچی والوں کو پتا ہے کہ پاکستان کی شہ رگ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ پورٹ ایک دن بند ہوتا ہے سب کی آنکھیں نکل جاتی ہیں۔ ایک دن ہڑتال ہوتا ہے، اربوں روپے نقصان ہوتا ہے۔ دو پورٹ بنادو پھر آپ دیکھیں کراچی میں امن ہوگا یا نہیں ہوگا۔ مسئلہ یہ ہے کہ جی ہمارے جو حکمرانوں کو میں اسکا مورد الزام بالکل نہیں ٹھہراتا ہوں۔ یا شاید وہ بیچارے اتنے بے بس ہیں۔ کیونکہ بات نیچے والے نہیں مانتے ہیں۔ رات کو وزیراعظم تقریر کرتا ہے۔ وہ اپنی تقریر میں بولتا ہے کہ میں نے جو چیز تھی تردید کی ہے اسکو کسی نے نہیں سنا۔ میں وزیراعظم ہوں۔ لیکن وہ جو جھوٹی خبریں ہیں ان پر اخباروں میں سرخیاں آرہی ہیں کہ جی وہ ہو رہا ہے۔ تو اسکا مقصد یہ ہے کہ وہ۔ ابھی وزیراعظم نے اعلان کیا ہے کہ سبسڈی ختم ہو گیا ہے۔ لیکن اسکا ابھی تک نوٹیفیکیشن نہیں ہوا ہے۔ ہم کیا بولیں واپڈاکو۔ واپڈا وہ بولے گا کہ بھئی یہ تو زبانی باتیں ہیں اسکا کدھر ہیں Notification؟ لاؤ جب تک ہم Notification لائینگے میں تو اسکے میٹر پر آپکو بیل بھیجتا رہونگا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اتنے مسائل بلوچستان میں گھمبیر ہو گئے ہیں اور ہوتے جا رہے ہیں، ان کیلئے ہم سب کو چاہیے اس اسمبلی کے ممبر ہوں یا اس علاقے کے بڑے لوگ ہوں، سب کو سر جوڑ کے بیٹھنا چاہیے کہ بھائی ہمارے جو مسائل ہیں تعلیم کے حوالے سے ہیں بجلی کے حوالے سے ہیں، یونیورسٹیوں کے حوالے سے ہیں، روڈوں کے حوالے سے ہیں، ہم ایک جامع لائحہ عمل بنادیں۔ اور کم از کم انکو یہ باور کرائیں کہ جو کام آپ کر رہے ہیں اسکا ذمہ دار بلوچستان والے نہیں ہیں۔ اسکے ذمہ دار آپ اسلام آباد والے ہیں۔ اگر NHA کا کام غلط ہوتا ہے اسکا ذمہ دار ہم نہیں ہیں۔ ہم لوگوں کا تو ایک آدمی بھی نہیں ہے۔ کوئی بتادیں بلوچستان کا جی ایم ہے۔ کوئی بلوچستان کے لوگ ہیں وہ سب وہاں کے ہیں، سندھ سے ہیں، پنجاب سے ہیں، فرنٹیئر سے ہیں، بلوچستان کے کوئی نہیں ہیں۔ اگر وہ غلط کام کرتے ہیں اور اسکی ذمہ داری ہم پر بلوچستان پر عائد ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ انتہائی ناجائز ہے۔ اور یونیورسٹیز کے حوالے سے یا تو مہربانی کر کے یہ یونیورسٹی والوں کو یا تو تنخواہیں دے دیں یا مہربانی کر کے ادھر سے آرڈر کریں کہ جی بلوچستان میں تعلیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکو ہم بند کرینگے۔ مولویوں کے مدرسے تو ہمارے لئے ہیں۔ پہلے بھی یہ بیچارے یا یتیم بچے یا غریب بچے وہ کدھر ہیں؟۔ وہ سارے مدرسوں میں پڑھتے ہیں۔ بعد میں دوسرے بھی جائیں گے مدرسوں میں پڑھیں گے اللہ اللہ خیر صلا۔ sir آپکی مہربانی۔

جناب اسپیکر: Thank you۔ طاہر صاحب۔

جناب طاہر محمود خان (وزیر تعلیم): شکر یہ جناب اسپیکر! سب سے پہلے تو میں اپنے معزز ممبر جعفر خان مندوخیل

صاحب نے جو تحریک التواء پیش کی ہے میں اسکی بھرپور حمایت کا اعلان بھی کرتا ہوں اور اس امید کے ساتھ کرتا ہوں کہ ہمارا جو یہ ہاؤس ہے وہ اسکی حمایت بھی کریگا۔ لیکن پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ آخر میں یہ قرارداد کی شکل اختیار کر لیگا۔ جس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوگا۔ یہ میرا دعویٰ بھی ہے۔ پہلے یہ بتانا چلوں کہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ اور۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر: آپ ایجوکیشن منسٹر ہیں۔ آپ سے releted ہے۔ آپ اسکو اسلام آباد لے جائیں عمل کروائیں اس پر۔

وزیر تعلیم: میں عرض سُنیں میں اسکی وضاحت کر رہا ہوں جناب۔ اُسی وضاحت کیلئے کھڑا ہوا ہوں۔ کہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ اور بلوچستان میں جو ہماری یونیورسٹی ہے یہ دو مختلف ادارے ہیں۔ یونیورسٹی ہمارے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ سے۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر: دیکھیے آپ نے پہلے ہی اس پر comment کر کے ہمارا دل توڑ دیا ہے نا۔

وزیر تعلیم: میں نے تو اسلئے دل تھوڑا ہے کہ ہمارے سب ساتھیوں کو پتا ہے کہ یہ گورنر صاحب کے under ہے اور جیسا کہ ہمارے سردار صاحب نے۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے طاہر صاحب آپ بات کریں۔

وزیر تعلیم: میں آپ کی بھرپور حمایت کر رہا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ابھی جیسے آرڈیننس کی۔ میں نے تو کچھ دو باتیں وضاحت کرنی تھیں کہ یونیورسٹی ایکٹ کی آپکی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ وہ ہم نے cabinet میں پاس کر لیا ہے تو انشاء اللہ اگلے سیشن میں، میں نے اُس دن بھی سیکرٹری لاء کو کہا تھا کہ جی اس دفعہ پیش کر لیتے۔ تو ایک مسئلہ ہے دیرینہ مسئلہ ہے وہ حل ہو جاتا۔ تو انشاء اللہ اگلے سیشن میں وہ حل ہو جائیگا۔ جہاں تک دوسری بات ہے میں ہر ایم۔ پی۔ اے جو ہمارا یہاں بیٹھا ہے اسکو 18 کروڑ روپے PSDP کی مد میں اور PRP کی مد میں ملے ہیں۔ اگر ہم صوبہ کے یہ ایم پی ایز اگر ہم مرکز سے خیرات نہ مانگیں اور ہم اپنے اس PSDP سے بجائے سڑک بنانے کے یا کوئی اور irrelevant کام کرنے کے، جو سب سے بڑا important ہمارا ڈیپارٹمنٹ ہے ایجوکیشن یہ تین تین کروڑ روپے کا آج اعلان کر دیں تو میرا خیال ہے کہ یہ ایک ارب 80 کروڑ روپے بنتا ہے۔ اور ہمارے مندوخیل صاحب نے صرف 50 کروڑ روپے کی ڈیمانڈ کی ہے۔ تو میں یہاں اس ایوان میں یہ request بھی کرونگا کہ ہمارے جتنے ایم پی ایز، ایم پی ایز PSDP کے حوالے سے اگر وہ پیسہ ایجوکیشن میں تین تین کروڑ روپے کا دے دیں تو

میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ایجوکیشن کی جو آج صورتحال ہے یہ ختم ہو جائیگی۔ سیلاب میں ایک کروڑ دیا ہے دو دو کروڑ روپیہ، چلیں میں ایک کروڑ روپے کم کر دیتا ہوں۔ دو دو کروڑ کی request کرونگا۔

جناب اسپیکر: جو روڈ بننا ہے پھر رُک جائیں گے۔

وزیر تعلیم: تو ایک ارب 20 کروڑ روپے بنتا ہے۔

جناب اسپیکر: تو روڈ بننا رُک جائیں گے پھر۔

پیر عبدالقادر اگلیلانی: جناب اسپیکر؟

جناب اسپیکر: جی۔

پیر عبدالقادر اگلیلانی: آپ نے کہا کہ جو irrelevant کام ہیں اُن کیلئے۔ ہمارے پیسے کسی irrelevant کام میں نہیں جارہے ہیں، پانی کی مد میں جارہے ہیں کسی اور مد میں نہیں جارہے ہیں۔ اگر ہمارے لوگ چار میل دُور سے پانی لاتے ہیں یہ irrelevant کام نہیں ہے۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے ہو گیا۔

پیر عبدالقادر اگلیلانی: یہ میں explain کرنے جا رہا تھا جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: اب clear ہو گیا ہے۔

وزیر تعلیم: آپ سب صوبائی حکومت میں ڈال لیں آپ بھی صوبائی حکومت کا حصہ ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں کہ جیسے جعفر خان مندوخیل صاحب نے کہا ہے کہ جی صوبائی حکومت کوئی اسپیشل۔ صوبائی حکومت نے تو سب بانٹ دیا ہے ایم پی ایز میں۔ تو اب ہمارا فرض ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ایجوکیشن سب سے زیادہ important ہے۔ تو ایجوکیشن کے حوالے اگر ہر ایم پی اے اگر اپنی PSDP میں دو کروڑ روپے رکھ لے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے بہت سے مسائل اور کم از کم پانچ یونیورسٹیوں کے مسائل ہیں وہ کسی حد تک حل ہو سکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک مرکز کی بات ہے تو مرکز کے حوالے سے میں یہی کہوں گا کہ ہمیں ایک لائحہ عمل بنانا پڑیگا۔ ہمیں ایک کمیٹی بنانی پڑیگی۔ اس سلسلے میں ہم سی ایم صاحب سے بھی درخواست کریں گے۔ اب بھی ہماری ایک کمیٹی، پارلیمانی کمیٹی ملی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ اُس حوالے سے، وہاں یونیورسٹی کے حوالے سے بات بھی ہوئی ہوگی۔ اگر نہیں ہوئی تو میں چاہوں گا کہ ایک کمیٹی آپ تشکیل دیں اُس سلسلے میں سی ایم صاحب سے بھی ہم بات کریں گے۔ کمیٹی جائے اور یونیورسٹیوں کی جو حالت ہے اور جہاں

بھرتیوں کا تعلق ہے یہ بھی اُس وی سی کے حوالے سے تعلق ہے۔ صرف میری وضاحت کرنے کی دو باتوں کا تھا کہ دو، دو کروڑ روپے ہر ایم پی اے ایجوکیشن کے حوالے سے دینا چاہئے۔ اور دوسرا جو سب سے important بات تھی کہ۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر: سردار صاحب! اب ان کو تقرر کرنے دیں۔

وزیر آبپاشی و برقیات: جناب اسپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب اسپیکر: جی سردار صاحب۔

وزیر آبپاشی و برقیات: میں وزیر تعلیم سے یہ گزارش کرتا ہوں وہ بار بار کہہ رہے ہیں کہ جی ایم پی ایز کو 18 کروڑ روپے دیئے ہیں۔ ایم پی اے کو ملا ہے تین کروڑ 70 لاکھ۔

وزیر تعلیم: پی ایس ڈی پی کی بات۔۔۔ (مداخلت)۔

وزیر آبپاشی و برقیات: آپ sir میری بات سنیں۔ آپ پی ایس ڈی پی کو، کیوں ایم پی اے کو شامل کرتے ہیں۔ پی ایس ڈی پی میں انہوں نے اسکیمات مانگے تھے ہم سے۔

وزیر تعلیم: وہ اسکیمیں دے دیں دو دو کروڑ روپے۔

وزیر آبپاشی و برقیات: میری عرض سنیں۔ پی ایس ڈی پی میں اسکیمات مانگے گئے ہیں روڈ کی مد میں۔ سکول کے مد میں۔ ہیلتھ کی مد میں۔

جناب اسپیکر: طاہر محمود صاحب! آپ نے دکھتی رگ پر ہاتھ لگایا ہے کوئی نہیں سنے گا۔ آپ بیٹھ جائیں please۔

وزیر تعلیم: میری دلی خواہش ہے کہ دو، دو کروڑ روپے پی ایس ڈی پی میں release کریں۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر: دیکھیئے طاہر صاحب۔

وزیر تعلیم: اس طرح سارے مسئلے حل ہو جائینگے۔

وزیر آبپاشی و برقیات: sir آپ پی ایس ڈی پی کو ایم پی اے کے کھاتے میں کیسے ڈالیں گے؟

وزیر تعلیم: میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں پی ایس ڈی پی کی بات کر رہا ہوں۔

جناب اسپیکر: Thank you۔ سردار صاحب! آپ انہیں تقرر کرنے دیں۔ آپ دو کروڑ نہ دیں انکو تقرر

کرنے دیں۔ جعفر صاحب! انکو تقریر کرنے دیں۔ دیکھیں کسی نے آپکی تقریر میں رکاوٹ نہیں ڈالی ہے آپ انکو بولنے دیں۔

وزیر تعلیم: پتہ نہیں میری تقریر میں کیوں رکاوٹ ڈالی۔ میں نے کوئی ایسی غلط بات نہیں کی ہے۔

جناب اسپیکر: تو آپ نے تین تین کروڑ مانگے ہیں ناں۔

وزیر تعلیم: ہاں ہم نے، میں نے بیسہ مانگا ہے اور بیسہ آدمی کو پریشانی میں ڈال دیتی ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: جی جعفر صاحب۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: اب بھی انہوں نے بالکل صحیح کہا ہے۔

وزیر تعلیم: میں نے غلط نہیں کہا ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: بات تو سن لیں۔

جناب اسپیکر: لیکن اب اس طرح تو اسمبلی نہیں چلتی ہے ناں؟

وزیر تعلیم: چلیں جعفر صاحب! میں اور آپ دو دو کروڑ روپے دیتے ہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: جی؟

شیخ جعفر خان مندوخیل: میں نے گیارہ کروڑ روپے رکھے ہیں ایجوکیشن کیلئے۔

وزیر تعلیم: بڑی اچھی بات ہے اُسکو یونیورسٹی کو دیدیں۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے یہ تو اچھی بات ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: لیکن پی اینڈ ڈی والے کہتے ہیں کہ اسمبلی کمیشن نہیں ہے۔ کیونکہ اسمبلی کمیشن نہیں ملتا ہے۔

جناب اسپیکر: Thank you جعفر صاحب۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: ڈیڑھ سال سے وہ روکا ہوا ہے۔ ڈیڑھ سال سے روکا ہوا ہے گیارہ کروڑ روپے میں

نے دیا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کوئی شنگل روڈ دو۔ کوئی کٹنگ دو۔ کوئی مٹی filling دو۔

جناب اسپیکر: دیکھیں آپکی تقریر میں کسی نے مداخلت نہیں کی۔ جعفر صاحب! آپ کی تقریر میں کسی نے

مداخلت کی۔ آپ سُنیں اُنکو۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: نہیں انہوں نے جو point اُٹھایا ہے اُسکو میں۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر: جی طاہر صاحب آپ continue کریں۔ Thank you جعفر صاحب۔ continue

کریں آپ۔

وزیر تعلیم: یہ گورنر صاحب کے under آتی ہیں۔ autonomous body ہے۔ دوسرا میری ان سے

یہ request تھی کہ پی ایس ڈی پی میں جو اسکیمات ہم دے رہے ہیں اُس میں ہم پروجیکٹ کریں دو دو کروڑ روپے

ایجوکیشن کے حوالے سے۔ اُس میں نے کوئی ایسی غلط بات نہیں کی اور میں سمجھتا ہوں کہ میں اس پر قائم و دائم ہوں۔

Thank you اسپیکر صاحب۔

جناب اسپیکر: Thank you زمر صاحب۔

وزیر تعلیم: جناب وہ سی ایم صاحب وہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ اسلئے بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ وہاں سے کچھ

پیسے لیکر آئیں۔

جناب اسپیکر: اگر ضرورت پڑے تو آپ سے جواب مانگا جائیگا آپ بیٹھیں۔ جی زمر صاحب۔

انجینئر زمر خان اچکزئی (وزیر مال): مہربانی اسپیکر صاحب۔ جعفر صاحب! ہمیشہ تحریک التواء پیش کرتے

ہیں، Senior Parliamentarian ہیں۔ ہمیشہ اس صوبے کی جو بھی مشکلات ہوتی ہیں اُسکی طرف اشارے

کرتے ہیں۔ آج جو انہوں نے تحریک التواء پیش کی ہے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ میں بھی اُسکی بھرپور حمایت کرتا

ہوں۔ جو بھی یونیورسٹیز، ہماری تعلیمی سسٹم ہے۔ یہ تو آپ سب جانتے ہیں کہ میرے خیال سے کوئی بھی قوم تعلیم کے

بغیر آگے نہیں جاسکتی ہے۔ اور آج ہمارا صوبہ جو ہے اگر اتنا پیچھے ہے یا ہم دوسرے صوبوں کے مقابلے میں نہیں آسکتے

ہیں تو وہ بھی ہماری تعلیم کی وجہ سے جو بھی خرابیاں ہیں تعلیم میں وہی سسٹم چل رہا ہے آج تک۔ جو کوئی پچاس سال سے،

ساٹھ سال سے چل رہا ہے۔ میں تو اتنا کہونگا کہ ہمارے جو تعلیمی پالیسی ہے ہمیشہ سے ہم نے انکی مخالفت کی ہے۔ جو

بھی طبقاتی نظام تعلیم ہے اس ملک میں یا اس سوسائٹی میں چل رہا ہے وہ ہمارے جو اس معاشرے کا ہے، وہ ناسور ہے

اور ہمارے لئے مصیبت بن گئی ہے۔ میں صرف آپکو اتنا مثال دے دوں کہ میں خود وہ میں اُس سسٹم سے نکلا ہوں۔ یہ

ہے کہ کچھ لوگ تو جانتے نہیں ہیں۔ شاید ایسے بڑے بڑے جو بیوروکریسی ہیں یا بڑے بڑے بادشاہوں کے بیٹے ہیں،

وہ اگر بڑے بڑے کالجوں یا اسکولوں میں پڑھتے ہیں تو انکو تو پتہ نہیں کہ غریبوں کے بچوں پر کیا گزرتی ہے۔ یا غریبوں کے بچے کس حالت میں پڑھتے ہیں۔ اور پھر وہ انکو مقابلے میں آکر بٹھاتے ہیں۔ میں خود بتا دوں کہ میں نے اپنے ایک پیر علیزئی مڈل سکول سے تعلیم شروع کی پرائمری سے۔ اور وہاں ٹاٹ پر بیٹھ کر میں نے یہ تعلیم حاصل کی۔ اور ہم نے کس مشکل میں حاصل کی۔ ابھی بھی ہماری جو اردو خراب ہے وہ یہی وجہ ہے کہ ہم نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا جو تعلیمی سسٹم ہے ہمارے جو ٹیچرز ہیں ہمیں جو پڑھاتے ہیں وہی یہ سلسلہ چل رہا ہے کہ وہاں پر بیٹھ کر۔۔ (مداخلت)۔

وزیر مال: نہیں نہیں پٹھان کی بات تو اور ہے۔ بلوچ بھی اسی طرح ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے صرف اردو سیکھی ہے باقی تعلیمی پوزیشن اپنا بتاؤ کہ کیا سسٹم ہے آپ کتنے آگے گئے ہیں ہمارے پاس کیوں نہیں ہیں ان چیزوں کی کمی کیوں ہے؟ کہ ہمارے پاس نہ تو ڈاکٹرز ہیں اچھے نہ پی ایچ ڈی ڈاکٹرز ہیں نہ ہمارے پاس انجینئرز ہیں نہ ہمارے پاس کوئی ایسے Economists ہیں کہ ہم سے کچھ اپنے صوبے کو بہتر بنائیں۔ ہم ہمیشہ جاتے ہیں باہر فیڈرل سے request کرتے ہیں کہ ہمیں کچھ دے دو ٹیکنیکل لوگ کہ ہم اپنے صوبے کو چلائیں ہم اپنے سسٹم کو بہتر بنائیں۔ یہی تو ہماری کمزوری ہے کہ ہم وہاں سے پڑھ کر یہاں جب کوئٹہ آتے ہیں 9th کلاس میں مڈل تھے۔ ہمارے پاس زیادہ تر ہمارے صوبے میں مڈل سکولز تھے۔ جو گاؤں میں ہم وہاں پڑھتے ہیں۔ یہاں پر آ کر ہمیں اردو سمجھ نہیں آتی ہے اور یہ ہمیں انگلش پڑھانا شروع کر دیتے ہیں۔ دیکھو ایک سسٹم میں چار، پانچ سسٹم ہمارے ملک میں چل رہے ہیں۔ اور اس سسٹم کو ہم نے یہاں تک ہے کہ ہمارے جتنے بھی سٹوڈنٹس ہیں ہمارے جتنے بھی یہ غریب لوگ ہیں جہاں پڑھتے ہیں انکی تو بتا ہی ہو جاتی ہے۔ یہاں پر ہم اردو سیکھ نہیں پاتے ہیں کہ انگلش پھر آ جاتی ہے۔ ہماری جو مادری زبان ہے، ہم کہتے ہیں کہ ہمیں پڑھایا جائے وہاں تک کہ ہم کچھ سمجھ سکیں۔ دیکھو! آپ چین جائیں، آپ جرمنی جائیں، آپ یورپ جائیں، کسی نے انگلش میں پڑھا ہے؟۔ آپ جاپان جائیں وہ انگلش میں پڑھاتے ہیں؟ ہم تو وہاں پر انگلش میں نہیں پڑھاتے ہیں وہاں تو چائینز میں پڑھاتے ہیں۔ وہاں آپ افغانستان جائیں۔ ہمارے ساتھ ہمارے ایران میں جائیں وہاں میڈیکل کے جتنے بھی کورسز ہوتے ہیں وہاں پر جو بھی ایم بی بی ایس ہوتا ہے وہ فارسی میں ہوتا ہے۔ وہ دری میں ہوتا ہے وہ پشتو میں ہوتا ہے وہ اچھے اچھے ڈاکٹرز پیدا کرتے ہیں۔ وہ آج اگر دنیا میں سائنس کے جو ایران جو امریکہ کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے وہ فارسی میں کر رہا ہے وہ انگریزی میں نہیں کر رہا ہے۔ یہی سسٹم اگر ہمیں انگریزی میں پڑھاتے ہیں ہم مخالفت نہیں کرتے ہیں انگریزی سے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے جو بھی

سسٹم ہے چاہے وہ گاؤں میں پڑھاتے ہیں۔ وہ بھی پہلی سے لیکر شروع کر لیں انگریزی سے تو پھر ہمیں یہاں پر آ کر بٹھائیں۔ پھر کہیں کہ جی آپ Competitive Exam دے دیں۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے بلوچ، پشتونوں میں talent ہے یا نہیں ہے۔ بہت talent ہے۔ ہم مقابلہ کر سکتے ہیں۔ چاہے وہ پشتونخوا میں بیٹھے ہوئے ہیں چاہے وہ پنجاب میں بیٹھے ہوں چاہے وہ سندھ میں بیٹھے ہوں ہم ہر ایک کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں وہ وسائل مہیا نہیں کرتے ہیں۔ پھر آتے ہیں، جعفر صاحب نے کہا کہ دیکھو ہماری جو funding ہے وہ بند کر دیتے ہیں۔ ہماری جو آئی ٹی یونیورسٹی ہے وہ ایک سٹینڈرڈ ہے انکو وہاں پر انکو جو ہے ابھی آپ کے پاس پورے پاکستان سے سٹوڈنٹس آتے ہیں یہاں پر admission لینے کیلئے۔ کیوں آتے ہیں؟ کہ انکا ایک standard ہے۔ ہماری بلوچستان یونیورسٹی، ہماری میڈیکل کالجز لے لیں یہاں پر ٹیچروں کو ابھی تنخواہ نہیں مل رہی ہیں۔ اگر آپکو دو تین مہینے یہ فنڈ ریلیز نہ ہو جائیں تو میں آپکو یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ یونیورسٹیاں بند ہو جائیں گیں۔ اور ہم تو یہ چاہتے ہیں ہم تو یہاں پر اُلجھ کے یہ رکھتے ہیں کہ ہمیں اپنی تنخواہوں کیلئے بھاگ دوڑ کرتے ہیں۔ ہمیں یہ پتہ نہیں ہے کہ ہمیں ڈاکٹر بنانا چاہئے۔ میں آپکو بتاؤں کہ میں نے پشاور سے کیا ہوا ہے۔ میں گیا تھا یہ آپکا NED یونیورسٹی ہے آپکی جو لاہور یونیورسٹی ہے۔ ہم نے visit کیا تھا تو وہاں پر چالیس چالیس Phd پی ایچ ڈی ڈاکٹرز سٹوڈنٹس کو پڑھاتے ہیں۔ ہمارے بلوچستان میں کتنے ڈاکٹرز ہیں؟ آپ کے پاس پی ایچ ڈی کے کتنے ڈاکٹرز ہیں؟ آپ کے پاس یہاں کتنے ڈاکٹرز ہیں جو میڈیکل میں پڑھاتے ہیں؟ یہی تو ہماری سسٹم کو ٹھیک کر سکتے ہیں۔ جب ہمیں فنڈ ملے گا تو ہم انکو بھیج سکتے ہیں foreign میں۔ یورپ بھیج سکیں گے۔ امریکہ بھیج سکیں گے۔ کوئی ایک اچھی سی ڈگری حاصل کر کے ہمیں پڑھانے کیلئے آجائیں۔ ایک تو مصیبت یہ ہے کہ ہمارا سسٹم تو دونوں طرف سے خراب ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے خراب ہے اور عوام کی طرف سے بھی خراب ہے۔ عوام تو پھر ہم آجاتے ہیں یہاں یونیورسٹیوں میں پھر ہم پڑھتے نہیں ہیں۔ ہم سیاست کرتے ہیں۔ پھر ہم سیاست کو اتنا آگے لاتے ہیں کہ ہم اپنے تعلیمی سسٹم کو تباہ کر دیتے ہیں۔ ہم یونیورسٹیاں بند کر دیتے ہیں۔ ہم کالج بند کر دیتے ہیں۔ ہم پروفیسر کو مارتے ہیں۔ ہم ٹیچرز کو مارتے ہیں۔ کسی کو ہم وہ سیکورٹی نہیں دے سکتے ہیں کہ باہر سے لوگ آئیں ہمارے سکولوں کو چلائیں۔ یہ بھی گورنمنٹ کی جو خرابی ہے وہ یہی فنڈز ہے کہ ہمیں فنڈز مہیا نہیں کرتے ہیں۔ ہمارے ساتھ یہ میں مانتا ہوں کہ فیڈرل گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ جو وزیراعظم کے پاس ہم گئے تھے، صادق صاحب ہمارے ساتھ تھے۔ کیپٹن خالق صاحب ہمارے ساتھ تھے جو تین دن پہلے ہم ملے

تھے کیڈٹ کالج پر ہم نے ان سے فنڈز مانگا کہ کتنے کیڈٹ کالج، سات کیڈٹ کالج بنے ہیں۔ ہمیں تو اعلان کر دیتے ہیں۔ ہماری یونیورسٹی جو لورالائی کی برانچ ہے ہمارا کالج، تربت برانچ ہے، ہماری جو خضدار کی برانچ ہے، وہ بنا کر دیتے ہیں۔ پھر فنڈز نہیں ریلیز کرتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے تو پھر ہم بدنام ہوتے ہیں۔ پھر ہمارے ایم پی ایز سے، ہمارے ممبروں سے سوال کرتے ہیں کہ کدھر گئی آپکی یونیورسٹی؟ کدھر گئی آپکے کیڈٹ کالج؟ یہی تو ہماری گورنمنٹ کی خرابی ہے کہ گورنمنٹ اس وقت تک نہیں جاتے ہیں جب تک ہم ان پر pressure نہیں ڈالیں۔ اور ہم یہاں پر بولتے رہتے ہیں، بولتے رہتے ہیں کہ ہماری پالیسی غلط ہے۔ ہمارا سسٹم غلط ہے۔ ہم لوگوں سے request کرتے ہیں، لیکن عوام کو یہ سمجھ نہیں آتی ہے۔ عوام تو کہتا ہے کہ آپکو میں نے ووٹ دیا ہوا ہے آپ نے ہمارے لئے کیا کیا ہے؟ آپ نے ہمارے لئے کالج بنایا؟ آپ نے ہمارے لئے سکول بنایا اور اسکے لئے آپ نے ہمیں کونسا اسٹاف دیا جو ہمیں پڑھا سکتے ہیں؟ ہمیں اردو سکھانی چاہئے۔ ہمیں انگریزی سکھانی چاہئے۔ ہمیں ہر زبان سکھانی چاہئے۔ تعلیم پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔ اور تعلیم جب تک یہی سسٹم چلتا رہے ہم پیچھے جا رہے ہیں ہم آگے نہیں جا رہے ہیں۔ میں نے اسی دن بھی کہا کہ لوگ تو چاند پر پہنچ گئے اور ہم لوگ ادھر مارنا شروع کر دیا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ ہمارے بلوچ بھائی، میں تو صاف صاف کہہ رہا ہوں پشتون پھر بھی اچھا ہے ہماری اپنی بھی کچھ protection ہے چاہے وہ کچھ دولفظ اردو سکھاتے ہیں۔ پھر بھی صحیح ہے ادھر جا کر آپکو کیا ملے گا۔ نہ خضدار میں کوئی پڑھانے کیلئے جاتا ہے۔ ہمارے جتنے بھی ریزڈنٹ کالج تھے وہ بند ہو گئے ہیں۔ وہاں پر ہمارے اپنے لوگ نہیں جاتے ہیں پڑھنے کیلئے۔ ہمارے بچے مائیکریشن کرواتے ہیں۔ کیونکہ ابھی سٹوڈنٹس کو بھی protection نہیں ہے۔ پہلے تو ٹیچروں کو protection نہیں تھا انکو مارتے تھے۔ ابھی سٹوڈنٹس بھی چلے گئے درمیان سے۔ ابھی سارے باپ جو ہیں جتنے بھی والدین ہیں وہ اپنے بچوں کو نکال کر کوئٹہ لے آتے ہیں تو کتنے تک لاتے رہینگے۔ اور یہاں سے پھر وہاں تک لاتے رہینگے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس سسٹم کو ہم نے ایک قرارداد ایسی پاس کرنی چاہیے کہ ہم اس سسٹم کو ٹھیک کریں۔ ہم نہیں پڑھ سکتے ہیں لارنس کالج میں ہم نہیں پڑھ سکتے اپچی سن کالج میں میرا بیٹا نہیں پڑھ سکتا ہے۔ تو یہاں پر بیٹھے ہوئے کتنے لوگ جو ہیں وہاں پر پڑھنے کیلئے جائینگے۔ ہمیں پھر اس مقابلے کیلئے بلوچستان کو پھر یہ طعنے دیتے ہیں کہ بلوچستان کو تو انگریزی نہیں آتی ہے بلوچستان کو تو اردو نہیں آتی ہے۔ تو آپ آ جاؤ ہمارے اس ٹاٹ پر بیٹھ کر۔ میں دیکھتا ہوں تم لوگ کتنے قابل ہو؟ تم لوگ کتنے ہم سے نکل سکتے ہو۔ پشتونوں اور بلوچوں سے نہیں نکل سکتے ہیں۔ لیکن یہ سسٹم غلط ہے ہم اس سسٹم کی

مخالفت کرتے ہیں۔ جو طبقاتی نظام تعلیم ہے اور اسکے آگے پھر جا کر جو بھی ہمارا فنڈز ہیں جو صاحب ہمیشہ جو ہیں اتنے اچھے طریقے انہوں نے مکمل تفصیلی بات کی میں کسی اور چیز پر جاتا نہیں ہوں میں اسی پر کہتا ہوں کہ یہ فنڈز جو ہیں اگر دو مہینے میں آپ خود اسمیں interest لے لیں کیونکہ آپ کی طرف سے جب کوئی اسمبلی آپ پوری اسمبلی کو جو آپ کو قرار داد کی شکل میں یا تحریک التواء کی شکل میں کوئی چیز بھی پیش کرتے ہیں وہ پورے بلوچستان کی نمائندگی ہوتی ہے۔ اور جو بھی آپ dictation دینگے جو بھی لیٹرز آپ یہاں سے issue کریں گے فیڈرل کو اس پر عملدرآمد نہیں ہوگا۔ تو اس کا مقصد ہے کہ وہ بلوچستان کے عوام کی آواز کو سننے کیلئے تیار ہی نہیں ہیں۔ تو پھر ہم جا کر بیٹھتے ہیں خود کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ہمیں کس طرح اسکو handle کرنا چاہئے۔ ہم اپنی پالیسی کو کس طرح ٹھیک کر سکتے ہیں؟ تو آخر میں میں اتنا کہوں گا کہ ہمیں پالیسی پر غور دینی چاہئے ہمیں پالیسی ٹھیک کرنی چاہئے فنڈز تو آج ملیں گے کل نہیں ملے گا پرسوں مل جائینگے۔ تین لاکھ کے بجائے چھ لاکھ بھی مل جائینگے۔ دس لاکھ بھی مل جائینگے۔ ہمیں سسٹم کو ٹھیک کرنا ہے۔ ہمیں بلوچستان کو تعلیم کس طرح دینی ہے؟ ہم اس زیور سے اپنے بچوں کو کس طرح آراستہ کر سکتے ہیں۔ ہم اپنا حق جو فیڈرل سے ہے۔ ہمیں اپنی ڈاکٹری میں کتنے لوگ بھیج سکتے ہیں۔ ہم foreign میں کتنے لوگ بھیج سکتے ہیں۔ ان کیلئے ہمیں سوچنا چاہئے۔ پھر ہم اپنے صوبے کو آگے لے جا سکتے ہیں ورنہ ہمیں یہ بتا ہی دیکھنی ہی پڑے گی۔ (ڈیسک بجائے گئے)

جناب اسپیکر: قمر گلچکی صاحب۔

میر قمر علی گلچکی (وزیر امور پرورش حیوانات): مند و خیل صاحب نے اور سردار صاحب نے سب کچھ بیان کیا آپ لوگوں کے سامنے۔ میں آواران میں بجلی کے بارے میں جو پہلے ذکر ہو رہا تھا۔ لوڈ شیڈنگ کے متعلق سردار صاحب کہہ رہا تھا کہ ایک لائن ہے تو کبھی ہے تو کبھی نہیں ہے۔ آپ کے معلومات کیلئے میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ بہت افسوس کیساتھ یہ کہنا پڑتا ہے، میرا تعلق ڈسٹرکٹ آواران سے ہے۔ اُسکے جتنے بھی بارڈر ہیں چاہے پہلے سے ہو سردار صاحب کے گریڈنگ کے آگے جہاں سے وہاں سے ایریا شروع ہوتا ہے۔ یا مکران کی طرف آپ جائیں ایران کی طرف جائیں جہاں سے ہمارے نظہور بلیدی صاحب ہیں اُنکا ایریا پڑتا ہے۔ اتنا بڑا ایریا ہے۔ وہاں پر بجلی نام کی کوئی چیز ہے نہیں۔ ہمیں جو جزیرے تھے میں دیئے گئے تھے۔ اُنکے ٹھیکے ایسے شریف لوگوں کو دیئے گئے کہ انہوں نے ایرانی تیل بھر بھر کے اُنکا تو کبارا ہی کر دیا ہے۔ اب دو کام کر رہے ہیں دورہ گئے ہیں کب بند ہو جائینگے؟ یہ معلوم نہیں؟ چننا چلا نا پھر ہمارے اُوپر ہوگا کہ جی آپ نہیں کرتے ہو۔ جب ہم لوگوں نے اسکی PC-بنائی اور اُوپر پہنچایا پرائم منسٹر تک۔ اُنکا ڈیمانڈ تھا کہ ”بھئی آپ اپنے PC-بھیجیں تو ہم آپ کیلئے کچھ کریں گے کہیں نہ کہیں سے“۔ تو ہم جب وہاں سے نکل کے بیٹھے بولنا صحیح نہیں ہے لیکن اُسکے سیکرٹری نے بولا ”جو مزہ موم بتی

میں ہے وہ جتنی میں نہیں ہے۔ اُسکو آپ زیادہ enjoy کر سکتے ہو۔ آیا یہ مصیبت صرف ہمارے لئے صرف ڈسٹرکٹ آواران کیلئے، ہم بلوچستان کا حصہ نہیں ہیں۔ ہمیں کیوں نظر انداز کیا جا رہا ہے؟ وہاں مجھے پہلے موقع نہیں ملا، مجھے تو ابھی نہیں کہنا چاہئے لیکن سیکورٹی کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ یہاں پر پولیس کی بات کر رہے تھے اور جنگ بھائی یہ بات کر رہے تھے کہا ”جو مجھے بے عزت کر کے نیچے اتارا“۔ جسکی ہم سب مذمت بھی کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے علاقے میں آپریشن بھی ہو رہا ہے، شاید آپکے ذہن میں ہو۔ وہاں پر بے گناہ لوگوں کو گھر سے نکال کے، مار پیٹ کر کے، آنکھیں باندھ کے، ہاتھوں کو باندھ کے گاڑیوں میں پھینک کے کہاں لے گئے؟ کیسے لے گئے؟ کیوں لے گئے؟ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ مجبوری یہ ہے کہ نہ وہ انقلابی تھے نہ وہ کسی چیز میں ملوث تھے۔ وہ کسان تھے، اپنی زمینوں پر کام کر رہے تھے۔ یہاں تک عورتوں کو زد و کوب کیا گیا۔ اور کچھ لوگوں کو جلانے کی بھی کوشش کی گئی۔ جسکا ثبوت آپکے اخباروں میں سرفہرست ہے۔ اور سارا detail ہم آپ کو دے بھی سکتے ہیں۔ اور سردار صاحب بیٹھے ہیں، میرے بڑے ہیں اُنکو بھی معلوم ہے، میرے پڑوسی ہیں۔ ایک ایک چیز کا معلوم ہے۔ اس چیز کا بہت سختی سے، سب بھائیوں کو، جتنے بھی اس ایوان میں بیٹھے ہیں، میں اُن سے التجاء کرتا ہوں اسکو بہت serious لے لیں ورنہ یہ مسئلہ بہت آگے چلا جائیگا۔ میرے اور آپکے قابو سے نکل جائیگا۔ ہم لوگ کچھ نہیں کر سکیں گے۔

جناب اسپیکر: Thank you جی۔ اور کسی نے اس پر بات کرنا ہے؟۔

حاجی علی مدد جنگ: on point of order

جناب اسپیکر: علی مدد جنگ صاحب۔ on a point of order.

حاجی علی مدد جنگ: افسوس سے کہنا پڑتا ہے، ابھی بھی کورم پورا نہیں ہے۔ یہ کتنے دنوں سے بولنے کے باوجود۔

جناب اسپیکر: سیکرٹری اسمبلی گنتی کر لیں۔ کورم پورا ہے جی صادق عمرانی صاحب آپ بات کریں۔

پیر عبدالقادر لگیلانی: جناب اسپیکر سولہ لوگ ہیں۔

جناب اسپیکر: سترہ ہیں۔ آپ نکلیں گے تو سولہ ہو جائینگے۔ سترہ ہیں، آپ نکلیں گے تو سولہ ہو جائینگے۔ جی آپ

continue کریں۔

پیر عبدالقادر لگیلانی: چلیں میں لیکن پوائنٹ نہیں کر سکتا۔ پھر۔

جناب اسپیکر: آپ نکلیں گے تو سولہ ہو جائینگے۔ جی آپ continue کریں۔ جی پورا ہے کورم۔

میر محمد صادق عمرانی (وزیر مواصلات و تعمیرات): جناب اسپیکر! بحث ہو رہی تھی ہمارے اس اسمبلی کے سب سے

پرانے Parliamentary جعفر مندوخیل صاحب نے جو تحریک التواء پیش کی۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: جناب اسپیکر! سولہ ہیں۔

جناب اسپیکر: پلیز آپ سنیں اُنکو سترہ ہیں۔ مجھے سترہ نظر آرہے ہیں۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: کہاں سترہ ہیں۔ دیکھ لیں سولہ لوگ بیٹھے ہیں جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: تو آپ نکلیں پھر ہم گن لیتے ہیں۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: نہیں سولہ لوگ ہیں۔ میں کیوں نکلوں۔ میں پوائنٹ آؤٹ کر رہا ہوں۔ سولہ لوگ بیٹھے

ہوئے ہیں۔

جناب اسپیکر: ہم گن رہے ہیں کہ سترہ ہیں۔ جی آپ continue کریں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: تحریک التواء جو پیش کی ہے اس سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ بلوچستان یونیورسٹی یا

-- (مداخلت)۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: سیکرٹری صاحب! میرے خیال میں آپ نے غلطی کی ہے کتنی کر لیں دوبارہ۔

جناب اسپیکر: ہم نے کتنی کر لیا ہے۔ جی آپ continue کریں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: تعلیمی اداروں کے سلسلے میں کوئی بلوچستان کا ذی شعور شخص اسمیں اُسکی پوری کوشش ہوگی کہ

یہاں جو تعلیمی نظام ہے بلوچستان کے اندر، تعلیمی بربادی بھی ہے اور تعلیمی سہولیات بھی ہیں۔ اسکو بہتر بنانے کیلئے ہم

-- (مداخلت)۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: پوائنٹ آف آرڈر جناب اسپیکر۔ پوائنٹ آف آرڈر، جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: no point of order آپ تقریر جاری رکھیں۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: The House is not in order, there are sixteen people

here.

جناب اسپیکر: The House is very much in order.

پیر عبدالقادر اگیلانی: سولہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں کس طرح آپ کہتے ہیں؟

جناب اسپیکر: نہیں جی سترہ ہیں ہم نے کتنی کر لی ہے۔

پیر عبدالقادر اگیلانی: اسپیکر کی کرسی پر بیٹھ کر آپ - XXXXXXXX -

جناب اسپیکر: سترہ ہیں سترہ۔

پیر عبدالقادر الگیلانی: سترہ لوگوں کے نام لے لیں۔

جناب اسپیکر: انکے غیر پارلیمانی الفاظ حذف کئے جائیں۔ آپ continue کریں۔

پیر عبدالقادر الگیلانی: کیسے حذف کیئے جاتے ہیں؟ جب سولہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اسمبلی کے اندر آپ کہتے ہیں سترہ لوگ ہیں۔

جناب اسپیکر: آپ اپنی tone down کریں۔ You can not dictate the Chair.

* بحکم جناب اسپیکر XXXXXX یہ الفاظ حذف کر دیئے گئے۔

پیر عبدالقادر الگیلانی: I can't dictate the Chair۔ میں پوائنٹ آف آرڈر کے اوپر The

House is not in order.

جناب اسپیکر: No, House is very much in order and it is the Speaker who

can say.

پیر عبدالقادر الگیلانی: There are sixteen peoples sitting in the House.

جناب اسپیکر: It is a Speaker. If you don't want to sit, you can leave,

The House -You will please continue۔ nobody stops you۔ صادق عمرانی صاحب۔

-is very much in order,continue.

پیر عبدالقادر الگیلانی: rules کے مطابق آپ کو اسمبلی چلانا ہے۔

جناب اسپیکر: انکا مائیک بند کر دیں۔ پیر عبدالقادر کا مائیک بند کر دیں۔ صادق عمرانی صاحب! Continue!

-please.

پیر عبدالقادر الگیلانی: مائیک بند کریں چاہے جو کچھ بھی کر لیں۔

جناب اسپیکر: آپ گنتی کر لیں ہم نے گنتی کر لی ہے۔ ہم نے گنتی کر لی ہے، سیکرٹری گنتی کر لیں۔ The House

is very much in order, please continue.

(اس مرحلہ میں معزز رکن پیر عبدالقادر الگیلانی ایوان سے باہر نکل گئے)

میر محمد صادق عمرانی (وزیر مواصلات و تعمیرات): جناب اسپیکر! جو تحریک التواء ہے اس پر ہر ذی شعور بلوچستان اسمبلی

میں بیٹھے اراکین اسکی حمایت کرتے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس کئی اُن چیزوں پر ہوتا ہے۔ یہاں پر جو ہمارے اراکین اسمبلی بیٹھے

ہیں۔ اُنکو اپنے اختیارات کا بھی پتہ نہیں ہے کہ اُنکے اختیارات کیا ہیں۔ اُنکو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا ہے کہ پارلیمانی پارٹی کے groups کے جو فیصلے ہوتے ہیں۔ اُنکا طریقہ کار کیا ہوتا ہے؟۔ ہر شخص آکر اپنی بولی بولتا رہتا ہے۔ جس طریقے سے ہمارے سردار صاحب وزیر وائٹرائیڈ پاور ہیں۔ اسلام آباد میں گئے تو اسی سلسلے میں گئے کہ سب مل کے کچھ ایریکیشن کے مسائل تھے۔ سب سے زیادہ مسئلہ کیرتھر کینال کا تھا۔ پٹ فیڈر کا ریجنگ کا لیکن سردار صاحب واپس آگئے۔ ملاقات نہیں کی۔ حالانکہ اُسکے ذمہ داری بنتی ہے، سب سے زیادہ بحیثیت منسٹر وائٹرائیڈ پاور کہ وہ جو بجلی کے مسائل ہیں۔ یا نصیر آباد میں سیلاب سے جو تباہ کاریاں ہوئی ہیں۔ وہاں پر کیرتھر کینال، ریجنگ کینال کی بحالی آجنگ میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ خود نہیں کر سکتے ہیں۔ دوسروں پر تنقید کرنا آسان ہوتا ہے۔ ہمیں مل جل کر، اپنی خامیوں کی بھی نشاندہی کرنی چاہئیں۔ اور دوسروں پر تنقید کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ ہم اپنے اختیارات بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ کم از کم یہ تو اختیار منسٹر ہمارے colleague ساتھی ہیں کہ وہ ریجنگ کینال، کیرتھر کینال، اتنا بڑا ایریکیشن ڈیپارٹمنٹ ہے پورے بلوچستان کے اندر ہر جگہ پر ڈوزر ہیں یہ چیزیں جو فوری طور پر وہاں کے لوگوں کا مطالبہ ہے کہ تباہ ہو گئے ہیں علاقہ، وہاں بحال کریں۔ اب اوستہ محمد کی اتنی بڑی آبادی ہے۔ دولاکھ آبادی کو پینے کا پانی میسر نہیں ہے۔ کہاں سے پانی پئیں گے، ڈیرہ اللہ یار کا یہی حال ہے۔ ڈیرہ مراد کا بھی یہی حال ہے۔ تو اس نظام کو بحال کرنے کی سب سے زیادہ سردار صاحب کی بھی ضرورت ہے۔ وہاں جو میٹنگ ہوا۔ یہی issues تھے۔ جو آج جعفر مندوخیل صاحب نے جو اسکا اظہار کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں تعلیمی اداروں کو بہتر سے بہتر آجکے جدید دور کے مطابق ہمیں بنانا چاہئے۔ لیکن یہ بھی میں آپکو بتاتا چلوں کہ انسان کی تاریخ ہے، انسان کی نفسیات ہے، جو اچھا کام کرتا ہے اللہ کی اگر تعریف نہ کرینگے یہ بھی وہاں سے بھی رحمت نہیں ہوگا۔ جب مانگیں گے دُعا کرینگے تو وہاں سے بھی رحمتیں ہونگی دُعا سنیں ہونگی۔ میں سمجھتا ہوں بلوچستان کے اندر 1971ء اور 1972ء کے تعلیمی نظام کو دیکھو۔ اور اُس سے بعد میں جو تعلیمی اصلاحات اس صوبے کے اندر ہوئیں، اُسکا کریڈٹ کس کو جاتا ہے؟ بلوچستان یونیورسٹی، بولان میڈیکل کالج، مستونگ کیڈٹ کالج، خضدار انجینئرنگ کالج، خضدار میں وہ جو پبلک سکول ہے کیا کہتے ہیں اسکو، ریزیدنٹشل کالج۔ لورالائی میں ریزیدنٹشل کالج اور یہ ہر ڈسٹرکٹ میں ایک ایک کالج بنا۔ ٹیکنیکل کالج بنا، ٹیکنیکل سنٹر بنیں۔ اسکا کریڈٹ اس وقت کے پرائم منسٹر شہید ذوالفقار علی بھٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کو جاتا ہے۔ جنہوں نے ہمیشہ بلوچستان کے اس قبائلی نظام کو ختم کرنے کیلئے انہوں نے یہ سوچ رکھی تھی کہ یہاں پر تعلیمی نظام کو بہتر کیا جائے۔ بدبختی ہماری یہ ہے۔ ہم خود اپنی تعلیمی نظام کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ اپنے گھر کو خود جلاتے ہیں۔ یونیورسٹی کے بسوں کو ہم جلاتے ہیں۔ یونیورسٹی کو ہم جلاتے ہیں۔ یونیورسٹی کے لاکھوں کروڑوں کی لائبریریاں ہیں۔ اُن لائبریریوں کو کون جلاتا ہے؟ پنجاب سے کوئی نہیں آتا، ہم خود جلاتے ہیں۔ ہمیں مل جل کر

اس سوچ کو بھی تبدیل کرنا پڑیگا۔ لوگوں کے سوچ کو بھی تبدیل کرنا پڑیگا۔ سردار بزنجو کی بھی سب سے بڑی ذمہ داری بنتی ہے۔ سردار ایم پی اے ہیں قابل احترام ہیں۔ خضدار میں کیا ہو رہا ہے؟۔ چیف آف جھالاوان وہاں رہتے ہیں۔ سردار بزنجو وہاں رہتے ہیں۔ بڑے بڑے سردار وہاں رہتے ہیں۔ اُنکی بھی ذمہ داری بنتی ہے، ایک حکومتی سطح سے ہٹ کر ایک قبائلی روایات کے مطابق انکو جو عزت و احترام جو اس بلوچ قبائلی معاشرے میں ہے۔ تو اُنکو بھی اثر و رسوخ استعمال کرنا چاہئے۔ کیوں آج خضدار میں ہمارے تعلیمی ادارے بند ہیں؟۔ آج کوئی باپ اپنے بیٹے کو خضدار نہیں بھیج سکتا کالج کیلئے۔ انجینئرنگ یونیورسٹی وہیں پر ہے۔ تو ان چیزوں کو بھی روکنا ہمارا فرض بنتا ہے۔ اب اگر کوئی کسی کو روک لیتا ہے law and enforcing ایجنسیاں، تو پھر بھی ہم گالیاں دیتے ہیں کہ بھئی یہ ہوا۔ دیکھیں حقائق کچھ اور ہوتے ہیں۔ یہاں بیٹھ کر اسمبلی فلور پر ہم بہت، کوئی کہتا ہے بہت افسوس ہے آپ نے oath لیا اس ملک سے وفاداری کا۔ آپ نے oath لیا وزارت کے دوران آئین کی پاسداری کا۔ اور پھر ہم خود کہتے ہیں کہ ”جی ہم اس آئین کو نہیں مانتے ہیں۔ اس قانون کو نہیں مانتے ہیں۔ اس اسمبلی کو نہیں مانتے ہیں۔ ہم پہاڑوں میں جاتے ہیں۔“ یہ تو ہمارے اُن لوگوں کا حشر ہے کہ جو یہاں پردس پردس بیٹیں ہزار دوٹ لیکر اس اسمبلیوں کی اندر آتے ہیں۔ اور حلف اٹھا کر پھر ہم لوگ حلف کا انحراف کرتے ہیں۔ ہمیں دونوں پہلوؤں کو دیکھنا چاہئے۔ حکومت کیا ہوتا ہے؟۔ کوئی حکومت آسانی فرشتہ نہیں ہے۔ یہاں یہ سب بیٹھیں ہیں حکومت ہے۔ ہر ایک کو ایک ذمہ داری دی ہوئی ہے۔ بھئی آپ لوگ سنبھالو، زیادہ ذمہ داریاں دی گئی ہیں۔ منسٹر ایجوکیشن کی ذمہ داری ہے۔ منسٹر ریونیو کی ذمہ داری ہے۔ منسٹر واٹر اینڈ پاور کی ذمہ داری ہے۔ میری ذمہ داری ہے، ہمارے دوستوں کی ذمہ داریاں ہیں۔ تو ہم اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ ہمارے اوپر بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ ہم اپنے ذمہ داریوں کو جب پورا نہیں کریں گے، تو ظاہر ہے معاشرے کا آوے کا آوہ بگڑتا جا رہا ہے۔ بد قسمتی کہہ لیں یا خوش قسمتی آج سرریاب روڈ پر کوئی جانے کیلئے تیار نہیں ہے۔ کچلاک جانے کیلئے فخر محسوس کرتے ہیں جا کر وہاں روسٹ کھانے کیلئے وہاں کھانا کھاتے ہیں اکیلا وہاں، کوئی کسی کو پوچھنے والا روکنے والا نہیں ہے۔ ہماری اپنی بھی غلطیاں ہیں۔ اُن چیزوں کو، قوموں کی تباہی، کیونکہ آپ راہنما ہیں، آپ راہنمائی کریں، قوموں کو سدھاریں، صحیح راستے پر لائیں۔ جب راستوں پر ہم نہ لائیں گے۔ ہم صرف حکومت پر تنقید کریں گے۔ ”وفاق نے یہ کیا یہ کیا“۔ میں کہتا ہوں کہ وفاقی حکومت، ٹھیک میں سمجھتا ہوں کہ کئی چیزوں سے ہمیں بھی وفاقی اُن چیزوں سے اختلاف ہیں۔ اظہار کرتے ہیں۔ وہاں پر establishment بیٹھا ہوا ہے وہ نہیں چاہتا ہے کہ یہاں یہ سردار اسلم بیٹھیں منسٹر بن کے۔ یا بھوتانی صاحب اسپیکر نہ بنیں۔ تو اُنکو تو ہمیشہ establishment کو آمرانہ، حکمرانوں کو یا اُنکے بل بوتے پر آنے والوں کی لوگوں کی تو ہر وقت ایک جمہوری نظام کے خلاف سازشیں ہوتی ہیں۔ اور یہ سازشیں شروع سے

ہوتی چلی آرہی ہیں۔ ہمیں ان تمام چیزوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ جو باسٹھ سالہ دور، اس ملک کی تاریخ میں باسٹھ سالہ دور میں جو بلوچستان کے عوام کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ ہم نے کی۔ یا وفاق نے کی۔ یا کسی اور نے کی۔ ہم مل جل کر ان چیزوں کو ایک راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ ہمیں اس نظام کو خود بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ وفاقی حکومت نے اس سال کوئی سات آٹھ ہزار دیہاتوں کو بلوچستان میں بجلی دی ہے۔ وفاقی حکومت نے یہاں پر ایک سو ڈیم بنانے کیلئے دیئے ہیں کہ جی آپ چھوٹے چھوٹے ڈیم بنائیں یہاں۔ تاکہ یہاں پر زرعی انقلاب تبدیل آئے، لوگوں کو روزگار مل سکیں۔ یہاں پر یونیورسٹی کے سلسلے میں میں سمجھتا ہوں کہ ابھی چیف منسٹر، ہم سب تھے، چیف سیکرٹری نے پرائم منسٹر کو بڑی بریفنگ دی۔ اور جو جو ہماری ضروریات تھیں تعلیمی میدان میں، موصلاتی نظام کو بہتر بنانے، ایریکشن نظام کو بہتر بنانے اور جو چیزیں ڈیمانڈ تھیں، اور گیارہ کیڈٹ کالج، اس سال فیڈرل پی ایس ڈی پی میں جسکے فنڈز ریلیز ہوئے ہیں۔ جن میں سے کسی پر کام ہو رہا ہے کسی پر کام شروع نہیں۔ ٹھیک ہے۔ رکاوٹیں جمہوری حکومتوں کے خلاف، اسٹبلشمنٹ نے ہمیں ہمیشہ کی ہے اور کرتے آئے ہیں۔ تو ہمیں بہتر یہ ہے کہ ہم ان تمام چیزوں کو، جو مسائل ہیں، تنقید کرنے کی بجائے، مثبت پہلوؤں کی بھی حکومتی کارکردگی کا اظہار کریں۔ دیکھیں! بلوچستان میں این ایف سی ایوارڈ۔ جب draftover بلوچستان حکومت پر جب یہاں پر حکومت آئی مخلوط حکومت یہاں بنی، یہاں پر سب جعفر خان بھی اس مخلوط حکومت کا حصہ ہیں۔ تو 17 ارب روپے اور ڈرافٹ تھا۔ ساڑھے سترہ ارب روپے اور ڈرافٹ تھا۔ وہ سب وفاقی حکومت نے اپنے ذمے لی۔ این ایف سی ایوارڈ دیا آپکو۔ لیویز بحال کر کے دی۔ جو آپ نے کہا وہ دی اب ہماری بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ لیویز اگر ہم نے بحال کرایا خضدار میں تو ڈیمانڈ سب سے پہلے ہمارے دوستوں کا تھا۔ تو انکو بھی کہا جائے کہ بھی آپ لوگ، کیونکہ لیویز میں قبائلی فورسز ہوتے ہیں۔ وہ بھی اثر و رسوخ کریں۔ آئے دن خضدار قلات روڈ میں اغواء ہوتے ہیں، کون ہیں؟ کوئی آسمانی اسلام آباد سے کوئی فرشتہ تو نہیں آئے، ہمارے لوگ ہیں۔ کیوں ہوتے ہیں؟ اپنے لوگوں کو اٹھاتے ہیں اپنے لوگوں کو مارتے ہیں۔ تو جب اس قسم کا نظام آپ چلائیے۔ اپنی فرائض کی بھی ذمہ داری بھی ہم محسوس نہیں کریں گے۔ تو شاید پھر ہم نہ سنبھل سکیں۔ آپ نے دیکھا کہ یہاں پر لوکل گورنمنٹ کو صوبے کے حوالے کیا گیا ہے۔ گوادر پورٹ آپ کو دی گئی۔ چیئر مین بلوچستان کا چیف منسٹر ہوگا۔ کہ بھی آپ سنبھالیں۔ سینک آپ کو دے رہے ہیں ریکوڈک آپ کو دے رہے ہیں کہ جی آپ سنبھالو۔ نکالو۔ ٹھیک۔ نہیں پہلے تو آپ نے، آپکے کچھلی دور حکومت میں آپ نے جا کر کے چلی میں جو معاہدے کیے۔ وہ آپکو بھی پتہ ہے کیسے معاہدے ہوئے؟ تو ان چیزوں پر، یہ کئی ایسی چیزیں ہیں۔ ان پہلوؤں کو بالکل ہمیں ٹھنڈے دماغ کے ساتھ مل جل کر باہمی تعلقات رکھتے ہوئے، قبائلی عزت و احترام۔ میں جعفر مندوخیل کا عزت کرتا ہوں، قبائلی طور پر عزت کرتا ہوں اور سیاسی طور پر میں اُس سے

اختلاف رکھتا ہوں۔ لیکن اُسکی قبائلی روایات اور سیاست بلوچستان کا دونوں ایک حصہ ہیں۔ اختلاف بھی اور قبائلی احترام بھی۔ ہم لوگ یہاں پر خود قبائلی روایات کو بھی پامال کرتے ہیں عزت و احترام کو بھی کھوتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ پھر اسے اچھے صورت حال، اچھی چیزیں نہیں ہونگیں۔ جب آپ عزت چاہتے ہو تو دوسروں کو عزت دینا سیکھ لو۔ جب عزت نہیں دو گے تو پھر عزت کی بجائے آپکو کچھ اور ملے گا۔ تو جناب یہ صورت حال ہے ان تمام چیزوں پر۔ تعلیمی اصلاحات، بلوچستان کے اندر تباہ کاری، سیلاب کی تباہ کاری یا لوگوں کی دوبارہ آباد کاری، نہری نظام کو بہتر بنانا، ساڑھے چھ سو کلو میٹر آپکا مواصلاتی نظام بلوچستان کے اندر حالیہ سیلاب میں تباہ و برباد ہو چکا ہے انکو بہتر بنانا ہے بہت سے issues ہیں۔ ہم سب پر اس اسمبلی میں بیٹھے ہوئے دوستوں پر امن و امان بحال کرنے کی ذمہ داری بھی ہم لوگوں پر عائد ہوتی ہے، نظام کو بھی بہتر چلانے کی ذمہ داری ہم پر بنتی ہے۔ ایک فرد نہیں کر سکتا چیف منسٹر کہے کہ بھئی، ہم کہیں کہ سب کچھ چیف منسٹر کریگا۔ شاید وہ بھی نہیں کریں گے۔ ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے ہم سب ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔ اپنے قبائلی سیاسی اثر و رسوخ استعمال کریں بلوچستان کے حالات کو بہتر کریں، امن و امان کو بہتر کریں تعلیمی اصلاحات کو بہتر کریں اب کوئٹہ سے ژوب لورالائی اسلام آباد رات کو جائیں آپکو پرواہ نہیں ہے۔ لیکن ہم یہاں کوئٹہ سے کو پور کر اس کرتے ہیں ہم لوگ نہیں جاسکتے۔ تو یہ کون ٹھیک کریگا؟ آپ اور ہم کریں گے۔ تو لہذا سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ان حالات کو بہتر کریں اور جعفر مند و خیل ہمیشہ تنقید بھی کرتے ہیں تجویز بھی دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر اچھے پہلو کی ہر ساتھی حمایت بھی کریگا۔ اور اسکی تعریف بھی کریگا کہ انہوں نے اچھی تحریک التواء لائی ہے۔ اور اس تحریک التواء کے سلسلے میں ظاہر ہے کہ گورنر سے متعلق ہے۔ چیف منسٹر کو بھی request کریں گے کیونکہ سب صوبے کے ان لوگوں کا مفاد اسمیں ہمارا شامل ہے۔ شکر یہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

جناب اسپیکر: thank you۔ عظمیٰ پیر علی زئی صاحبہ۔

محترمہ عظمیٰ احمد پیر علی زئی: شکر یہ جناب اسپیکر! جو آپ نے اس تحریک پر بات کرنے کا موقع دیا۔ سب سے پہلے میں جعفر خان مند و خیل صاحب کو مبارکباد دوں گی کہ انہوں نے پھر ایک بہت اہم مسئلے کو ہم سب کے سامنے پیش کیا۔ بیشک کہ اسمیں کوئی شک نہیں ہے جو انہوں ہمیں figures بتائیں ہیں کہ 1427 میں سے تقریباً 590 millions جو ہیں shortfalls ہیں یونیورسٹیوں کی فنڈز میں۔ فنڈز تو جو ہیں وہ وفاق سے ہر ڈیپارٹمنٹ میں جو ہے انکی short-fall کی وجہ سے ہمارا صوبہ جو ہے وہ پیچھے رہ رہا ہے۔ اور ہمارا صوبہ پیچھے رہ رہا ہے اور ہمارے صوبے کی تقدیر نہیں بدل رہی۔ باقی چیزوں پر تو یہ بات کر چکے ہیں کچھ چیزیں جن پر میں بات کرنا چاہوں گی۔ last year آئی ٹی یونیورسٹی میں انکا جو کانوونکیشن ہوا تھا مجھے جانے کا موقع ملا وہاں پر۔ انہوں نے دو بلاکس بنائے تھے اور ایک انکا کانفرنس ہال تھا جو کمپیوٹرائزڈ تھا۔ اُسکا جو

standard تھا واقعی وہ international standard تھا۔ تو میں کہو گی کہ اگر ہم political appointments ہیں ہم انہیں چھوڑ دیں اور واقعی competent لوگوں کو جو ہے بڑی پوسٹیں جیسے ہیں وائس چانسلر ہیں۔ سات سال ہو گئے ہیں آئی ٹی یونیورسٹی کو شاید۔ اور یہ پہلے وائس چانسلر ہیں جو میرے خیال میں لوکل بندہ ہے جو آ کے لگا ہے۔ اور اُس شخص نے اس یونیورسٹی کو national level پر لے آئے ہیں وہ۔ تو میں چاہتی ہوں کہ ہمارے صوبے میں جو اچھے لوگ ہیں انہیں آگے آنے کا موقع دیا جائے۔ تاکہ وہ جب آپکی اپنی چیز ہوتی ہے شاید آپ محنت زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ انہوں نے کہا کہ ”ہم تین تین اور چار چار لاکھ دیکر لوگوں کو دوسرے صوبوں سے لے کر آتے ہیں۔ لیکن ہم ان یونیورسٹیوں کو بدل نہیں سکتے ہیں“۔ شاید اور ممبرز کا جانے کا وہاں پر اتفاق ہوا ہو۔ تو اُس یونیورسٹی کا اسٹینڈرڈ بہت اچھا ہے۔ تو میں چاہو گی کہ جو ہمارے اپنے لوگ ہیں انہیں آگے آنے کا موقع دیا جائے۔ انکے ساتھ ایک اور چیز۔ جس طرح کی انہوں نے کہا کہ ماڈل ایکٹ جو تھا یونیورسٹیز کا۔ وہ نہیں ہے ہمارے بلوچستان کے یونیورسٹیز میں جبکہ آئی ٹی یونیورسٹی اُسے follow کر رہی ہے۔ تو جب وہ follow کر رہی ہے تو ہم بھی چاہینگے کہ اگر ایک اچھی چیز ہے تو اُسے باقی یونیورسٹیز میں بھی لاگو کیا جائے۔ اور جہاں تک بات ہے کہ وفاق میں پیپلز کی گورنمنٹ ہے ہمارے صوبے میں بھی پیپلز کی گورنمنٹ ہے۔ یہاں پر تھوڑی سی جو ہے بندے کو افسوس ہوتا ہے کہ اگر ہماری اپنی گورنمنٹ ہے۔ شاید باقی صوبوں میں پیپلز کی مطلب جس طرح ہمارے سربراہ ہیں، وہ پیپلز پارٹی کے نہیں ہیں۔ تو یہاں پر آ کے تھوڑا افسوس ہوتا ہے کہ ہماری اپنی اگر گورنمنٹ ہے، وفاق میں بھی اور ہمیں ہی نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ تو پھر ہم کب آگے آئیں گے۔ جس طرح سے تمام ممبران نے کہا۔ میری بھی جو ہے پرائم منسٹر اور پریزیڈنٹ سے یہ request ہے فلور کے توسط سے کہ اگر اب بھی ہمیں نظر انداز کیا جائے گا تو پھر شاید کوئی time نہ آئے کہ ہمیں لوگ جو ہیں ناں دیں صحیح طریقے سے کچھ بھی۔ -thank you-

جناب اسپیکر: thank you جی۔ اب سوال یہ ہے کہ تحریک التواء نمبر 4 جو جعفر خان صاحب نے پیش کی تھی جس پر آج دو گھنٹے کی بحث مکمل ہوئی۔ جناب جعفر خان کی تجویز پر اسے دو قراردادوں میں منظور کیا جائے؟ جناب جعفر خان کی تجویز کے مطابق انہیں دو قراردادوں میں منظور کیا جاتا ہے۔ اب سیکرٹری اسمبلی گورنر بلوچستان کا حکم نامہ پڑھ کر سنائیں۔

سیکرٹری اسمبلی:

ORDER

In exercise of the powers conferred under clause (b) of Article 109 of Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973, I, Nawab Zulfiqar Ali Magsi, Governor Balochistan, hereby order that on conclusion of business, the session of the

Provincial Assembly of Balochistan shall stand prorogued on Monday, the 18th October, 2010.

جناب اسپیکر: اب اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کیلئے ملتوی کیا جاتا ہے۔
(اسمبلی کا اجلاس دوپہر ایک بجکر 45 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

☆☆☆